ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی

علم جرح وتعدیل

اور اس کا تدریجی ارتقا

''علم الجرح والتعدیل'' علم حدیث کی ایک مہتم بالشان شاخ ہے، اس میں راویانِ حدیث کی حیثیت اور احوال سے بحث کرتے ہوئے، ان کی ثقاہت یا عدم ثقاہت، عدالت یا ضعف، قوتِ حفظ یا اس کی کمی اور ضبط کی خوبی یا خامی وغیرہ کے بارے میں فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس میں راویان حدیث سے متعلق گوناگوں مباحث ومسائل اٹھائے اور حل کیے جاتے ہیں۔ چونکہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت وعدم ثبوت سلسلۂ سند یا بہ الفاظ دیگر راویوں کی حیثیت پر موقوف ہے، اس لیے ''علم جرح وتعدیل'' کی اہمیت وافادیت کے باب میں الگ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اس طرف توجہ دلانا نامناسب نہ ہوگا کہ بنیادی لحاظ سے اس علم کے دو پہلو ہیں:

ایک نظری، دوسرا عملی۔

اول الذکر کے دائرے میں اصولِ حدیث کی وہ کتابیں آتی ہیں، جن میں خاص طور پر جرح وتعدیل کے اصول وقواعد مذکور ہیں اور ثانی الذکر سے مراد اسماء الرجال کی وہ کتابیں ہیں، جن میں راویانِ حدیث پر ان قواعد کا انطباق کیا گیا ہے۔ پھر جس طرح تدوین حدیث کا اہم اور مہتم بالشان عمل عہدِ صحابہ سے شروع ہو کر تبع تابعین اور اتباع تبع کے دور میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے، اسی طرح جرح وتعدیل نے بھی ارتقا کے مراحل سے گزر کر ایک منظم اور باقاعدہ علم کی شکل اختیار کی ہے۔ اس علم کے تدریجی ارتقا کی تفصیلات اپنے محدود مطالعے کے دوران راقم الحروف کی نظر سے

نہیں گزریں۔ اس لیے خیال پیدا ہوا کہ اگر اس سلسلے کی جزئیات ایک مضمون میں یک جا کر دی جائیں تو اربابِ ذوق کے لیے دلچسپی کا سامان فراہم ہو سکتا ہے۔ پیش نظر مضمون اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے۔

زیر بحث علم جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے، دو اجزا پر مشتمل ہے: ایک جرح، دوسر تعدیل۔

''جرح'' از روئے لغت زخمی کرنے یا مجروح کرنے کو کہتے ہیں: جرحه یجرحه جرحا أثر فيه بالسلاح (۱) اور جب یہ لفظ حاکم اور شاہد و گواہ کے سیاق وسباق میں استعمال ہوتا ہے اس کا مطلب ہوتا ہے کہ حاکم کو گواہ کی کذب بیانی یا ایسی ہی کسی خصلت کا علم ہو گیا ہے، جس کی پر اس کی شہادت قابل قبول نہیں رہی:

يقال جرح الحاكم، إذا عثر منه على ما تسقط به عدالته من كذب وغيره (۲)۔

بعد میں اس لفظ کے محلِ استعمال میں حاکم کی تخصیص باقی نہ رہی اور مطلق ردِّ شہادت کے مواقع پر اس کا اطلاق کیا جانے لگا۔

وقد قيل ذلك في غير الحاكم، جرح الرجل، غضّ شهادته (۳)۔

چونکہ روایتِ حدیث کو شہادت اور راویِ حدیث کو شاہد سے کئی وجوہ سے مشابہت حاصل ہے، اس لیے محدثین نے جب کسی راوی حدیث پر کلام کیا یا اس کی روایت کو رد کر دیا تو اس کے لیے جرح کی اصطلاح وضع کی گئی۔

''تعدیل'' کا مادہ 'عدل' ہے۔ عدل وہ لوگ کہلاتے ہیں، جن کی بات یا جن کا فیصلہ پسندیدہ اور قابل قبول ہو:

العدل من الناس، المرضى قوله وحكمه (۴)۔

اور عادل وہ شخص کہلاتا ہے، جس کی گواہی میں کوئی مضائقہ نہ ہو:

رجل عدل وعادل، جائز الشهادة (۵)۔

گواہوں کی تعدیل کا مطلب یہ ہے کہ انہیں عادل و معتبر قرار دیا جائے۔

تعديل الشهود، أن تقول إنهم عدول (۶)۔

محدثین کی وضع کردہ ''تعدیل'' کی اصطلاح یہیں سے ماخوذ ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اصطلاح کے طور پر ان کلمات کا استعمال عہدِ تابعین سے پہلے نہیں ملتا، لیکن جہاں تک جرح وتعدیل کی حقیقت کا تعلق ہے، تو اس کی مثالیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی کے دور سے ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ ہی احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولین راوی ہیں۔ دنیا میں روایت حدیث کا سلسلہ انہی کے نفوس قدسیہ کی بدولت عام ہوا۔ یہی نہیں بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی ایک دوسرے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات نقل کرتے رہتے تھے۔ بلکہ بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں بھی وہ فرمودات نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے (۷)۔ اس لیے منطقی وفطری طور پر بھی لازم ہو جاتا ہے کہ جرح وتعدیل کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہو چکا ہو۔ اس سلسلے میں ہم پہلے تعدیل کو لیتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں:

ليس كلنا كان يسمع حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، كانت لنا ضيعة واشغال، ولكن الناس لم يكونوا يكذبون يومئذ، فيحدث الشاهد الغائب (٨)۔

ہم میں سے ہر ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (براہِ راست) نہیں سن پاتا تھا، کیونکہ ہم لوگوں کے پاس زمین جائیداد بھی تھی اور دوسرے مشاغل بھی تھے، لیکن لوگ ان دنوں کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں حاضر رہنے والا، موجود نہ رہنے والے کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات بیان کر دیتا تھا۔

مسند احمد میں یہ روایت ان الفاظ میں منقول ہے:

ما كل ما نحدثكموه سمعناه من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولكن حدثنا أصحابنا، وكانت تشغلنا رعية الإبل (٩)۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:

والله ما كنا نكذب، ولا كنا ندري ما الكذب؟ (١٠)۔

واللہ ہم لوگ نہ جھوٹ بولتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ جھوٹ کیا ہے؟۔

انہی کا قول ہے:

لا یتھم بعضنا بعضا(۱۱)۔

ہم لوگ ایک دوسرے کو متہم نہیں سمجھتے تھے۔

ان بیانات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ خود صحابہ کرامؓ نے جماعتِ صحابہؓ کی اجتماعی طو
قولاً بھی تعدیل کی ہے اور ایک دوسرے کی روایات کو قبول کر کے عملاً بھی تعدیل کی ہے۔ اس
علاوہ انفرادی تعدیل کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے بارے میں استصواب کیا گیا تو حضرت عائشہ
اللہ عنہا نے فرمایا:

صدق أبو هريرةؓ (۱۲)۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی صدق (۱۳) کہہ کر ان کی تعد
وتصدیق فرمائی۔

بعض مواقع پر بعض صحابہ کرام نے کذب بیانی کی نفی کرتے ہوئے خود اپنی ذات کا
تزکیہ فرمایا ہے۔ عبید اللہ بن زیاد نے بعض احادیث کی روایت کے سلسلے میں جب حضرت زید
ارقمؓ کی تغلیظ وتکذیب کرتے ہوئے کہا:

كذبت، ولكنك شيخ قد خرفت

تو اس کے جواب میں حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا:

أما إنه سمعت أذناى، ووعاه قلبى من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهو يقول: من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار، ما كذبت على رسول الله صلى الله عليه وسلم (۱۴)۔

سنو! یقیناً میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا
ہے اور میرے قلب نے اسے محفوظ کر لیا ہے کہ جو کوئی دیدہ ودانستہ میری طرف کوئی
غلط بات منسوب کرے اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کا انتساب نہیں کیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے بارے میں فرمایا:

يقولون: إن أبا هريرة قد أكثر، والله الموعد(۱۵)۔

لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت روایتیں بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے حضور پیشی کا دن مقرر ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فما أخالني الكذب على خليلي محمد صلى الله عليه وسلم(۱۶)۔

میں اپنے بارے میں یہ نہیں سوچتا کہ میں اپنے خلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:

إذا حدثتكم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فلأن اخرّ من السماء أحب إليّ من أن أكذب عليه(۱۷)۔

جب میں تم لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں، تو مجھے آسمان سے گر جانا پسند ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کا انتساب پسند نہیں۔

اسی لیے امام نووی نے صحابہؓ کے عدول ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے(۱۸)۔

دوسری طرف قبولِ روایات کے باب میں حزم واحتیاط اور تحقیق وتفتیش کا آغاز بھی صحابہ کرامؓ کے عہد ہی سے ہو جاتا ہے، اس ضمن میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے واقعے کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے، جب حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث سنائی:

قد قال النبي صلى الله عليه وسلم إذا استأذن أحدكم ثلاثا، فلم يؤذن له، فليرجع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے، تو وہ لوٹ جائے۔

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لتاتيني على هذا بالبينة.

تم میرے پاس کہیں نہ کہیں سے اس کا ثبوت لاؤ۔

پھر جب ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمائی تو حضرت عمرؓ نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا دلیل طلب کرنا، عدمِ اعتماد یا تہمتِ کذب وغیرہ کی بنا پر نہ تھا، بلکہ اس کا باعث ومنشا یہ تھا کہ احادیث کی روایت میں احتیاط سے کام لیا جائے:

إني لم اتهمک، ولكن الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم شديد

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أما إنيُ لم اتهمک، ولكن خشيت أن يتقول الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم(١٩)۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان بھی پیش آیا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک فتوے کے بارے میں اشکال تھا، لیکن جب ایک صحابیہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی تصدیق کر دی تو حضرت زیدؓ کا اشکال رفع ہوگیا(٢٠)۔

اب ہم سلسلۂ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے جرح کی طرف آتے ہیں، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا، صحابہ کرامؓ کذب بیانی سے مبرا ومنزہ ہیں، اس لیے اس پہلو سے ان پر جرح کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ البتہ سہو ونسیان یا منشائے نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک پہنچنے میں ان سے غلطی کے صدور کی بالکلیہ نفی نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ کتب حدیث میں ایسے متعدد مقامات آتے ہیں، جہاں ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی سہو ونسیان یا غلط فہمی کی نشاندہی کی ہے، یا اس کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ احترام صحابہ کے پیش نظر ہم ان کو ''جرح'' کی بجائے استدراکات وتعقباتِ صحابہ سے تعبیر کریں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہی استدراکات زمانہ مابعد کے راویوں پر جرح کے ابتدائی نمونے اور ان کی بنیاد ہیں۔ لہٰذا جرح کے تاریخی مطالعے میں انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، البتہ یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ کے اس قسم کے بیانات سے دوسرے صحابہ کرامؓ کی عمومی تعدیل یا کسی خاص صحابی

کی تعدیل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ کیونکہ ''الصحابة کلهم عدول'' کا قاعدہ کسی استثنا کے بغیر قاعدۂ مسلمہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک صحابیؓ کا دوسرے صحابیؓ کی روایت پر ہر استدراک اور تعقب لامحالہ درست بھی ہو، بلکہ ممکن ہے کہ دونوں روایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہوں اور استدراک کرنے والے صحابی کو تعدد روایت کا علم نہ ہو۔ اس تمہید کے بعد ہم استدراکات صحابہؓ کی بعض مثالیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت ابن عمرؓ دونوں ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نقل کرتے ہیں:

إن الميت ليعذب ببكاء أهله(۲۱)۔

مردے پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک یہ روایت پہنچی تو انہوں نے تسلیم نہیں کیا اور فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی یا ایک یہودیہ کے جنازے کے پاس سے گزرے، وہاں اس کے رشتہ دار اس کو رو پیٹ رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں، حالانکہ اس پر عذاب ہو رہا ہے(۲۲)۔ بیان واقعہ سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات کہے، وہ مختلف روایات میں مختلف طرح وارد ہوئے ہیں۔ یہاں ان میں سے بعض کے متن نقل کیے جاتے ہیں:

إنكم لتحدثوني عن غير كاذبين و لا مكذبين، ولكن السمع يخطئ

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

يرحم الله أبا عبد الرحمن سمع شيئا، فلم يحفظ

ایک اور روایت میں اس طرح ہے:

يغفر الله لأبي عبد الرحمن، أما أنه لم يكذب، ولكنه نسي وأخطا

یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم (۲۳) کی تھیں، مسند کی ایک روایت میں یوں ہے:

يرحم الله عمرو ابن عمر، ما هما بكاذبين، ولا مكذبين ولا متز يدين (۲۴)۔

مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

إن أبا عبد الرحمٰن يعني ابن عمرؓ أخطأ سمعه (۲۵)۔

ایک اور روایت میں وارد ہے:

وهل أبو عبد الرحمٰن كما وهل يوم قليب بدر (۲۶)۔

یہ روایات تعدیل اور جرح دونوں کا قدیم ترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔

''ما هما بكاذبين ولا مكذبين''/''أما أنه لم يكذب'' تعدیل ہے اور ''سمع شيئا فلم يحفظ''/ ''نسي وأخطأ/ أخطأ سمعه/ وهل أبو عبد الرحمٰن'' جرح ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے روایت بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں بعدِ عصر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس روایت کی بنیاد پر حضرت ابن زبیرؓ نے بعد عصر دو رکعت نماز کا معمول بنالیا۔ بعض دوسرے حضرات بھی اِن کے حکم سے یہ نماز پڑھنے لگے۔ حضرت معاویہؓ نے کسی کو بھیج کر حضرت عائشہؓ سے اس کی حقیقت دریافت کروائی، تو انہوں نے فرمایا کہ ابن زبیر کو بات یاد نہیں رہی، یہ دو رکعتیں ظہر کے بعد کی سنتیں تھیں، جو قضا کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں پڑھی تھیں۔ یہ ایک طویل روایت ہے۔ اس موقع پر حضرت عائشہؓ کے الفاظ اس طرح نقل کیے گئے ہیں:

فقالت: لم يحفظ ابن الزبير (۲۷)۔

یہاں بھی حضرت عائشہؓ نے راوی کی طرف سہو ونسیان کا انتساب فرمایا ہے۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے:

عبد الله بن طاؤوس عن أبيه عن عائشةؓ أنها قالت: وهم عمر، إنما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوٰة أن يتحرى طلوع الشمس وغروبها (۲۸)۔

اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف وہم کا انتساب کیا ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں بھی عمرہ فرمایا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا:

ابن عمرؓ بھول گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں فرمایا ہے۔

اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عروة بن الزبير قال: كنت أنا وابن عمر مستندين إلى حجرة عائشةؓ، أن تسمعها تستنّ، قلت: يا أبا عبد الرحمٰن اعتمر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم في رجب؟ قال: نعم، قلت: يا أمتاه أما تسمعين ما يقول أبو عبد الرحمٰن، قالت: مايقول؟ قلت: يقول: اعتمر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم في رجب، قالت: يغفر اللّٰه لأبى عبد الرحمٰن نسى، ما اعتمر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم في رجب، قال: وابن عمرؓ يسمع، فما قال لا ولا نعم، سكت(۲۹)۔

۵۔ مطلقہ کے سکنیٰ ونفقہ سے متعلق حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت معروف ومشہور ہے۔ حضرت عمرؓ نے کتاب وسنت کے خلاف سمجھتے ہوئے، سہو ونسیان کے شبہے کی بنا پر اسے قبول نہیں فرمایا۔ اس موقع پر ان کے الفاظ اس طرح منقول ہیں:

قال عمرؓ: لا نترک کتاب اللّٰه و سنة نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم لقول امرأة، لا تدرى لعلها حفظت أو نسيت، قال اللّٰه عزوجل ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾(۳۰)۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ فرمایا تھا کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أخبرت عائشةؓ، إن ابن عمرؓ يقول: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الشهر تسع وعشرون، فأنكرت ذلک عائشةؓ قالت: يغفر اللّٰه لأبى عبد الرحمٰن، ليس كذٰلک، قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ولاكنه، قال: الشهر يكون تسع وعشرين(۳۱)۔

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اگرچہ عام طور پر تمام صحابہؓ کی تعدیل کرتے اور ان کی روایات قبول کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی انہوں نے بعض روایات کے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے راوی کی طرف سہو ونسیان یا غلطی وغلط فہمی کا انتساب بھی کیا ہے۔ یا

تو اس لیے کہ وہ روایت ان کی اپنی سنی ہوئی روایت کے خلاف رہی ہے اور یا اس لیے کہ انہوں نے اسے قرآن پاک کی کسی آیت سے متعارض تصور کیا ہے۔

جرح وتعدیل کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ ثقہ راویوں کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ بعض ثقہ ہیں تو دوسرے ان سے زیادہ ثقہ۔ اسی طرح بعض کا درجہ کسی خاص باب میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ کتب حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی اس اصول سے بخوبی واقف تھے اور انہوں نے اپنے قول وعمل کے ذریعے اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ اس سلسلے کی بعض تفصیلات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

۱۔ شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے موزوں پر مسح کی بابت بعض سوالات کیے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں حضرت علیؓ کی طرف رجوع کرو، وہ سفر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

عن شریح بن هانی قال: أتیت عائشةؓ، أسألها عن المسح علی الخفین، فقالت: علیک بابن أبی طالب، فاسأله، فإنه کان یسافر مع رسول الله صلی الله علیه وسلم (۳۲)۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فتوی دیا کہ حالت جنابت میں روزہ درست نہیں ہوتا، لہٰذا اگر ایسی حالت میں صبح ہو جائے تو روزہ نہ رکھا جائے۔ ازواج مطہرات میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے استصواب کیا گیا تو ان دونوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف تھا۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ کو اس کی خبر دی گئی اور انہوں نے اطمینان کر لیا کہ واقعی ازواج مطہرات کا یہی بیان ہے، تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور کہا کہ ازواج مطہرات اس سلسلے میں دوسروں سے زیادہ واقف کار ہیں۔ آخر میں انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میرا پہلا قول حضرت فضل بن عباسؓ کی روایت پر مبنی تھا:

قال: هما أعلم، إنما أنبأنیه الفضل بن عباس (۳۳)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ قول ظاہر کر رہا ہے کہ وہ سلسلہ زیر بحث میں حضرت فضل بن عباسؓ کے مقابلے میں ازواج مطہراتؓ کو اثقہ اور اعلم سمجھتے تھے۔

۳۔ ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں نے صومِ وصال اور بعدِ

عصر کی دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ ازواج مطہراتؓ کو اس کے بارے میں ہم سے زیادہ علم ہے۔

أزواج النبی صلی اللہ علیه وسلم أعلم بذالک منا(۳۴)۔

یہ تمام گفتگو بعض صحابہ کرامؓ سے متعلق تھی۔ اس سلسلے کی اگلی بات یہ ہے کہ صحابہؓ سے بعض تابعین اور ان کی روایات کی توثیق وتعدیل بھی ثابت ہے۔ مثلاً:

۱۔ ابو مالک کہتے ہیں کہ ہم ابوادریس خولانی کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور وہ ہمیں حدیث سناتے تھے۔ ایک دن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوے کا ذکر چھیڑا اور اس سے متعلق تمام تفصیلات بیان کیں۔ مسجد کے ایک گوشے میں ایک صاحب تشریف فرما تھے، انہوں نے وہیں سے پوچھا کہ کیا تم اس غزوے میں موجود تھے؟ ابوادریس نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر ان صاحب نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوے میں موجود تھا، لیکن تمہیں اس کی جزئیات وتفصیلات مجھ سے زیادہ یاد ہیں۔

خالد بن یزید بن أبی مالک عن أبیه، قال: کنا نجلس إلی أبی إدریس الخولانی فیحدثنا، فحدث یوماً عن بعض مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، حتی استوعب الغزاة، فقال رجل من ناحیة المسجد، أحضرت هذه الغزوة؟ فقال: لا، فقال الرجل: قد حضرتها مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولأنت أحفظ لها منی(۳۵)۔

۲۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے فرائض کا کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سعید بن جبیرؒ کے پاس چلے جاؤ، انہیں ریاضی کا علم مجھ سے زیادہ ہے، وہ ورثا کے حصوں کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں جیسے میں کرتا ہوں:

سأل رجل ابن عمرؓ عن فریضة، فقال: ائت سعید بن جبیرؒ، فإنه أعلم بالحساب منی، وهو یفرض فیها ما أفرض(۳۶)۔

۳۔ عامر بن الشراحیل الشعبی مغازی کی روایات پڑھ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شعبی ان غزوات میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ یقیناً ان کی یادداشت مجھ سے اچھی ہے اور علم بھی مجھ سے زیادہ ہے۔

مرّ ابن عمر بالشعبی وهو یقرأ المغازی، فقال: کأن هٰذا کان شاهدا معنا، ولهو أحفظ منی وأعلم(۳۷)۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جابر بن زید کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: اگر اہل بصرہ جابر بن زید کی باتیں قبول کرتے تو وہ انہیں قرآن پاک کے سلسلے میں اپنی وسیع معلومات سے مستفید کر سکتے تھے۔

روی عطاء عن ابن عباسؓ قال: لو أن أهل البصرة نزلوا عند قول جابر بن زید لأوسعهم علما عما فی کتاب اللّٰه.

۵۔ حضرت ابن عباسؓ نے طاؤس کے بارے میں فرمایا:

إنی لأظن طاؤوساً من أهل الجنة(۳۸)۔

''میں طاؤس کو اہل جنت میں سے سمجھتا ہوں''۔

صحابہ کرام کے دور اول میں روایت حدیث میں عام طور پر احتیاط برتی جاتی تھی۔ غیر مستند راوی تھے نہ غیر معتبر روایتیں۔ اس لیے صحابہ کرامؓ جس طرح باہم ایک دوسرے کی روایات کو معتبر و مستند تصور کرتے تھے، اسی طرح غیر صحابی کی روایات بھی وہ عام طور پر قبول کر لیتے تھے، لیکن خلافت راشدہؓ کا دور ختم ہوتے ہوتے یہ کیفیت باقی نہ رہی اور بعض غیر معتبر راوی معاشرے میں وجود پذیر ہو گئے۔ اس لیے صحابہ کرامؓ نے بھی عمومی توثیق کا رویہ ترک فرما دیا اور یہ اصول وضع کیا کہ صرف وہی روایتیں قبول کی جائیں، جنہیں وہ جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بہت واضح ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یاد کرنا ہمارا معمول تھا اور حدیثیں تو یادّ ہی جاتی ہیں، لیکن جب تم لوگ اچھی بری ہر طرح کی سواری پر سوار ہو گئے تو بات بہت دور ہو گئی، یعنی اب ہر راوی اور ہر روایت کی توثیق مشکل ہو گئی۔

إنما کنا نحفظ الحدیث، والحدیث یحفظ عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فأما إذا رکبتم کل صعب وذلول فهیهات(۳۹)۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

إنما کنا مرة إذا سمعنا رجلا یقول: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ابتدرته أبصارنا، واصغینا إلیه بآذاننا، فلما رکب الناس الصعب

والذلول، لم نأخذ من الناس إلا ما نعرف (۴۰)۔

ان بیانات کے پیشِ نظر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ راوی اور روایات کی چھان بین کا سلسلہ صحابہ کرامؓ کے دور ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ اسی طرح روایات میں معروف وغیر معروف کی تفریق، نیز اول الذکر کے قبول اور ثانی الذکر کے ترک کا اصول بھی صحابہ کرامؓ ہی کا وضع کردہ ہے۔ قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ اس اصول کے انطباق کی مثالیں بھی عہدِ صحابہؓ سے ملنے لگتی ہیں۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ (م: ۱۱۷ھ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ایک خط لکھا اور اس میں یہ درخواست کی کہ میرے لیے ایک منتخب صحیفہ تیار کردیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لڑکا خیر خواہ ہے، میں یہ انتخاب ضرور تیار کروں گا۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ کی طرف منسوب فیصلوں کا ایک مجموعہ منگوایا اور اس کے بعض حصے اپنے منتخب صحیفے میں شامل کرلیے اور بعض دوسرے حصوں کو یہ کہہ کر رد کردیا کہ حضرت علیؓ نے ہرگز یہ فیصلہ نہ کیا ہوگا۔

عن ابن أبي مليكة، قال: كتبت إلى ابن عباسؓ أسأله أن يكتب لي كتاباً وخفي مني، فقال: ولد ناصح، أنا اختار له الأمور اختيارا، قال: فدعا بقضاء عليؓ، فجعل يكتب منه أشياء، ويمر به الشيئ فيقول: والله ما قضى بهذا علي، إلا أن يكون ضل (۴۱)۔

صحابہ کرامؓ سے روایتِ حدیث کے جو اصول وآداب منقول ہیں، انہیں مختصراً اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

(الف): صرف ثقہ راویوں کی ہی روایتیں قبول کی جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں:

كان يأمرنا أن لا نأخذ إلا عن ثقة (۴۲)۔

''وہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم بجز ثقہ کے کسی اور سے روایت نہ لیں''۔

(ب): غیر معروف راویوں کی روایتیں نہ قبول کی جائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

إن الشيطان يتمثل في صورة الرجل، فيحدثهم بالحديث من الكذب، فيتفرقون، فيقول الرجل منهم: سمعت رجلا أعرف وجهه ولا أدري

ما اسمه؟(۴۳)۔

''بلاشبہ شیطان انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر لوگوں کے پاس آتا ہے، ان سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے، پھر لوگ مجلس سے اٹھ کر اِدھر اُدھر پھیل جاتے ہیں۔ پھر انہی میں کا کوئی شخص کہتا ہے: میں نے ایک شخص سے سنا جسے میں چہرے سے پہچانتا ہوں، لیکن اس کا نام نہیں جانتا''۔

ج : تحقیق و تفتیش کے بغیر ہر سنی ہوئی بات بیان نہ کی جائے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعود دونوں سے منقول ہے:

بحسب المرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع(۴۴)۔

''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے''۔

د : ایسی روایتیں بیان نہ کی جائیں جو سامعین کے فہم سے بالاتر ہوں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:

حدثوا الناس بما يعرفون، ودعوا ما ينكرون، أتحبون أن يكذب الله ورسوله؟(۴۵)۔

''لوگوں سے وہی باتیں بیان کرو، جس سے وہ مانوس ہوں۔ جن سے وہ نامانوس ہوں انہیں ترک کر دو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے؟''

اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں:

ما أنت بمحدث قوماً حديثاً لا تبلغه عقولهم، إلا كان لبعضهم فتنة(۴۶)۔

''تم جب بھی لوگوں سے ایسی حدیث بیان کرو گے جو ان کے فہم سے بالاتر ہو، تو کچھ لوگ ضرور فتنوں کا شکار ہوں گے''۔

عہدِ تابعین

صحابہ کرام کے بعد ہم کبارِ تابعین کے عہد کی طرف منتقل ہوتے ہیں، یوں تو تلامذۂ صحابہ کی تعداد بہت بڑی ہے، لیکن وہ حضرات جن سے جرح وتعدیل کے اقوال مروی ہیں، تعداد میں بہت

تھوڑے ہیں۔ ان میں بھی سرِ فہرست ابرہیم نخعی (م:۹۶ھ)، شعبی (م:۱۰۴ھ) اور ابن سیرین (م:۱۱۰ھ) ہیں۔ چند اقوال ابوعبد الرحمٰن سلمی (م:۷۴ھ)، سعید ابن المسیب (م:۹۳ھ)، سعید ابن جبیر (م:۹۵ھ)، طاؤس (م:۱۰۶ھ) اور حسن بصری (م:۱۱۰ھ) کے بھی مل جاتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ہم انہی حضرات کے اقوال وبیانات کی روشنی میں یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ کبارِ تابعین کے عہد میں جرح وتعدیل نے ارتقا کی کون سی منزلیں طے کیں؟

ہماری محدود معلومات کی حد تک راویوں کے سلسلے کے لیے ''اسناد'' اور راویانِ حدیث کے لیے ''رجال'' کا لفظ غالباً سب سے پہلے اسی عہد میں استعمال ہوا ہے، ابن سیرین (م:۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لم یکونوا یسألون عن الأسناد، فلما وقعت الفتنة، قالوا: سموا لنا رجالکم(۴۷)۔

''ابتداء میں لوگ سلسلۂ سند کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنے کا ظہور ہوگیا تو لوگوں نے کہا کہ اپنے راویوں کے نام بتاؤ''۔

اس عہد میں قدریہ، مرجئہ وغیرہ مختلف مذہبی فرقوں کے وجود میں آنے کے سبب سے راویانِ حدیث کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا: صحیح العقیدہ راویوں کو ''اہل سنت'' اور ان سے مختلف عقائد رکھنے والوں کو ''اہل اھواء'' یا ''اہل بدعت'' کا نام دیا گیا۔ اول الذکر کی روایتیں قبول کی گئیں اور ثانی الذکر کی روایتیں ترک کی گئیں۔ ابن سیرین کے مذکورہ بالا قول کا تتمہ یہ ہے:

فینظر إلی أھل السنة فیوخذ حدیثھم، وینظر إلی أھل البدع فلا یوخذ حدیثھم(۴۸)۔

''اہل سنت راویوں کو دیکھتے ہوئے ان کی حدیثیں قبول کی جائیں گی اور اہل بدعت راویوں کو دیکھتے ہوئے ان کی روایتیں ترک کردی جائیں گی''۔

ابن سیرین ہی کے ایک دوسرے بیان کی حکایت شعیب بن الحجاب اس طرح کرتے ہیں:

قلت لابن سیرین: ما تری فی السماع من أھل الأھواء؟ قال: لا نسمع منھم ولا کرامة(۴۹)۔

''میں نے ابن سیرین سے پوچھا کہ اہل اہوا سے روایتوں کے سننے کے

بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہ ہم ان سے سنتے ہیں اور نہ ان کی کوئی وقعت ہے''۔

ان بیانات کے پیش نظر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عقائد کی بنیاد پر جرح کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہوا۔

ہمارے علم کی حد تک صحابہ کرامؓ سے کسی معین راوی کی تکذیب وتضعیف کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بجز حضرت عبادہ بن صامتؓ کے قول ''کذب ابو محمد'' (۵۰) کے، حضرت عبادہؓ نے یہ الفاظ حضرت ابومحمد انصاریؓ کے قول ''الوتر واجب'' کی تردید کے طور پر کہے تھے، لیکن درحقیقت یہاں کذب ''جھوٹ'' کے معنیٰ میں نہیں ہے، بلکہ اس سے خطاء وغلطی کے معنیٰ مراد ہیں، ایک تو اس لیے کہ حضرت ابومحمدؓ خود صحابی ہیں، بلکہ اصحاب بدر میں سے ہیں، اس لیے ان سے کذب کے صدور کا احتمال نہیں۔ دوسرے اس لیے کہ حضرت ابومحمدؓ کا ''الوتر واجب'' کہنا روایت کے طور پر نہ تھا، اجتہاد کے طور پر تھا اور ظاہر ہے کہ مجتہد سے اجتہاد میں غلطی تو ہوسکتی ہے، لیکن اسے کاذب نہیں کہا جاسکتا (۵۱)۔

بہرحال عرض یہ کرنا تھا کہ کبار تابعین کے عہد سے مخصوص ومعین راویوں پر جرح کی مثالیں ملنے لگتی ہیں، اس سلسلے میں ہمیں سب سے قدیم تر قول ابوعبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیبؒ السلمی (م:۷۴ھ) کا دستیاب ہوا ہے۔ انہوں نے ایک موقعہ پر فرمایا:

لا تجالسوا القصاص غير أبي الأحوص، وإياكم وشقيقا (۵۲)۔

اس بیان کے پہلے جزء میں انہوں نے ابوالاحوص عوف بن مالک بن نضلہ کوفی کی تعدیل کی ہے اور دوسرے جزو میں ابوعبدالرحیم شقیق ضبی کوفی کی تضعیف کرتے ہوئے، اس سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس عہد میں راوی کی تضعیف کے لیے عام طور پر دو مادے استعمال کیے گئے ہیں: ایک ''اتہام'' کا، دوسرا ''کذب'' کا۔ تفصیلات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

ابراہیم نخعی (م:۹۶ھ) حارث اعور کوفی (م:۶۵ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

إن الحارث اتهم (۵۳)۔

''حارث متہم ہے''۔

عامر بن شراحیل الشعبی (م:۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

حدثنی الأعور وأشهد أنه أحد الکذابین (۵۴)۔

''مجھ سے اعور نے بیان کیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے''

انہی کا قول ہے:

الحارث کذاب (۵۵)۔

''حارث جھوٹا ہے''۔

ابراہیم نخعی، مغیرہ بن سعید البجلی اور ابوعبدالرحیم شقیق ضبی پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إیاکم والمغیرة بن سعید وأبا عبد الرحیم فإنهما کذابان (۵۶)۔

ابن سیرین (م: ۱۱۰ھ) عکرمہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما یسوؤنی أن یکون من أهل الجنة ولکنه کذاب (۵۷)۔

''مجھے اس میں کوئی ناگواری نہیں کہ وہ اہل جنت میں سے ہوں، لیکن وہ کذاب ہیں''۔

سعید بن المسیب (م: ۹۳ھ) اپنے غلام بُرد سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لا تکذب علی کما یکذب عکرمة علی ابن عباس (۵۸)۔

''تم میری طرف جھوٹی روایتیں منسوب نہ کرنا، جس طرح عکرمہ ابن عباس کی طرف کرتے ہیں''۔

اس طبقے کے تابعین نے بعض صحابہ کرام یا ان کے آثار ومرویات کے بارے میں بھی اظہار خیال کیا ہے، چنانچہ شعبی کہتے ہیں:

ما کذب علی أحد فی هذه الأمة ما کذب علی علیّ (۵۹)۔

''جھوٹی حدیثیں سب سے زیادہ حضرت علیؓ کی طرف منسوب کی گئیں ہیں''۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

کانوا یرون أن کثیرا من حدیث أبی هریرة منسوخ (۶۰)۔

''لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی اکثر احادیث منسوخ ہیں''۔

ابن سیرین حضرت معاویہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان معاویة لا یتهم فی الحدیث عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (۶۱)۔

''حضرت معاویہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت میں متہم نہ تھے''۔

مختلف صحابہ کرام کے شاگردوں میں کن کن لوگوں کے نام زیادہ نمایاں ہیں؟ ان میں باہم کیا فرق مراتب ہے؟ کس باب میں کس کو دوسروں پر فوقیت وفضیلت ہے؟ یہ اور اس جیسے دوسرے سوالات بھی اس عہد میں اٹھائے گئے ہیں، چنانچہ ان کے جوابات ملاحظہ ہوں:

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

كان أصحاب عبد اللّٰه الذين يقرؤون الناس القرآن، ويعلمونهم السنة، ويصدر الناس عن رأيهم ستة: علقمة والأسود ومسروق وعبيدة وأبو ميسرة وعمرو بن شرحبيل، والحارث بن قيس (۶۲)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے وہ تلامذہ جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور سنت کی تعلیم دیتے تھے اور جن کی رائے پر لوگ اعتماد کرتے تھے، چھ ہیں: علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، ابومیسرہ، عمرو بن شرحبیل، اور حارث بن قیس''۔

داؤد بن ہند کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ کے بارے میں اس طرح بتائیے کہ ان کی صورت نگاہوں میں گھوم جائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

كان علقمة أبطن القوم به، وكان مسروق قد خلط منه ومن غيره، وكان الربيع بن خثيم أشد القوم اجتهادا، وكان عبيدة يوازى شريحاً فى العلم والقضاء (۶۳)۔

'حضرت ابن مسعود کے تلامذہ میں علقمہ ان سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ مسروق کے پاس حضرت ابن مسعودؓ کے علاوہ دوسروں کی بھی روایتیں تھیں، ربیع بن خثیم ریاضت ومجاہدے میں سب سے آگے تھے، عبیدہ علم اور قضا میں شریح کے ہم پلہ تھے''۔

ابن سیرین کہتے ہیں:

أدركت القوم وهم يقدمون خمسة. من بدأ بالحارث الأعور ثنى بعبيدة، ومن بدأ بعبيدة ثنى بالحارث، ثم علقمة الثالث، لاشك فيه،

ثم مسروق، ثم شريح، وإن قوماً أخسهم شريح، لقوم لهم شأن(۶۴)۔

''میں نے اہلِ علم کو پایا کہ وہ پانچ لوگوں کو سرِ فہرست رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے نزدیک اول نمبر پر حارث تو دوم نمبر پر عبیدہ اور بعض کے نزدیک اول نمبر پر عبیدہ تو دوسرے نمبر پر حارث، علقمہ تیسرے نمبر پر، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر مسروق، پھر شریح۔ ظاہر ہے کہ جس جماعت میں شریح سب سے آخری نمبر پر ہوں گے، وہ کیسی عظیم الشان جماعت ہوگی''۔

شعبی کا قول ہے:

مسروق أعلم بالفتوىٰ من شريح، وكان شريح أعلم بالقضاء من مسروق(۶۵)۔

''مسروق افتاء میں شریح سے زیادہ علم رکھتے تھے اور شریح کو قضاء کی واقفیت مسروق سے زیادہ تھی''۔

غالب بن ابی ہذیل کہتے ہیں:

قلت لإبراهيم أعلقمة أفضل أو الأسود؟ قال: علقمة(۶۶)۔

''میں نے ابراہیم نخعی سے دریافت کیا کہ علقمہ فائق ہیں یا اسود؟ انہوں نے جواب دیا کہ علقمہ''۔

ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ راویوں کی حیثیت اور ان کے رتبے کے لحاظ سے توثیق وتعدیل کے الگ الگ کلمات، جن کا رواج زمانہ مابعد میں عام طور پر نظر آتا ہے، اس وقت تک وجود میں نہیں آئے تھے۔ ثقاتِ تابعین کے حق میں ان کے معاصرین نے جو کلمات استعمال کیے ہیں، انہیں کلمات توصیف کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

شعبی عکرمہ کے بارے میں کہتے ہیں:

ما بقي أحد أعلم بكتاب الله من عكرمة(۶۷)۔

''عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھنے والا کوئی باقی نہیں بچا''۔

اسود بن یزید کے بارے میں کہتے ہیں:

كان صوّاماً، قوّاماً، حجّاجاً(٦٨)۔

''وہ بکثرت روزہ رکھنے والے، نمازیں پڑھنے والے اور حج کرنے والے تھے''۔

انہی کا قول ہے:

أهل بيت خلقوا للجنة علقمة والأسود وعبد الرحمن(٦٩)۔

''علقمہ، اسود اور عبدالرحمٰن گویا جنتی گھرانے کے افراد ہیں''۔

مسروق کے بارے میں کہتے ہیں:

ما علمت إن أحدا كان أطلب للعلم في أفق من الأفاق من مسروق(٧٠)۔

''تمام آفاق میں مسروق سے بڑھ کر علم کا طالب، میرے علم میں کوئی نہیں ہے''۔

اسی طرح ابراہیم نخعی شقیق بن سلمہ ابووائل اسدی کے بارے میں فرماتے ہیں:

إني لأحسبه ممن يدفع عنا به(٧١)۔

''میرا خیال ہے کہ ان کے طفیل ہماری حمایت کی جائے گی''۔

انہی کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں:

أما أنه خير مني(٧٢)۔

''وہ یقیناً مجھ سے بہتر ہیں''۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس عہد میں کلماتِ تعدیل کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ اس کی بھی مثالیں کم سہی، لیکن مل جاتی ہیں:

ابن سیرین قتادہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

قتادة أحفظ الناس أو من أحفظ الناس(٧٣)۔

''قتادہ کی یادداشت سب سے بہتر تھی یا وہ بہتر یادداشت والوں میں ایک تھے''۔

ابوقلابہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أبو قلابة إن شاء الله ثقة، رجل صالح(٧٤)۔

''ابوقلابہ ان شاء اللہ ثقہ اور نیک انسان ہیں''۔

شعبی، ربیع بن خثیم کے بارے میں فرماتے ہیں:

حدثنا الربيع و كان من معادن الصدق (۷۵)۔

''مجھ سے ربیع نے بیان کیا اور وہ معدنِ صدق تھے''۔

قتادہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما أتاني عراقي أحفظ من قتادة (۷۶)۔

''قتادہ سے بہتر یادداشت والا کوئی عراقی میرے پاس نہیں آیا''۔

شقیق بن سلمہ کے بارے میں کہتے ہیں:

عليک بشقيق، فإني أدركت الناس وهم متوافرون و إنهم ليعدونه من خيارهم (۷۷)۔

''تم شقیق کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑو، میں ایسے بہت سے لوگوں سے ملا ہوں، جو انہیں بہترین افرادِ انسانی میں شمار کرتے تھے''۔

اس عہد میں راویانِ حدیث کے بارے میں رائے قائم کرنے کے سلسلے میں جن امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے، وہ تین چیزیں ہیں: ایک تو یہ کہ اس کے عقائد کیسے ہیں؟ دوسرا یہ کہ اس کا حفظ وضبط کیسا ہے؟ تیسرا یہ کہ اس کی مرویات کی نوعیت کیا ہے؟ اس دعویٰ کی تائید وتصدیق گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے بیانات سے تو ہوتی ہی ہے، مزید برآں چند اقوال اور بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

ابن عون کہتے ہیں:

جلست إلى إبراهيم فقال في المرجئة قولا غيره أحسن منه (۷۸)۔

''میں ابراہیم نخعی کے پاس بیٹھا تو انہوں نے مرجئہ کے بارے میں ایسی بات کہی، جو اچھی نہ تھی''۔

طاؤس، معبد جہنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

احذروا قول معبد، فإنه كان قدريا (۷۹)۔

''معبد کی بات سے بچو، کیونکہ وہ قدری تھا''۔

حسن بصریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

إياكم ومعبد الجهني، فإنه ضال مضل (۸۰)۔

''معبد جہنی سے دور بھاگو، وہ گمراہ اور گمراہ کن ہے''۔

سعید بن جبیر نے طلق بن حبیب کے بارے میں ایوب سختیانی سے کہا:

لاتجالسه(۸۱)

''اس کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو''۔

حماد بن زید اس کی وجہ بتاتے ہیں:

كان يرى الإرجاء(۸۲)

''وہ عقیدۂ ارجا کے قائل تھے''۔

ابراہیم نخعی حارث اعور کے فسادِ عقیدہ کی حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إن الحارث قال: تعلمت القرآن فی ثلاث ثنین، والوحی فی سنتین. أو قال: الوحی فی ثلاث سنین والقرآن فی سنتین(۸۳)۔

''حارث نے کہا کہ میں نے قرآن تین سال میں سیکھا اور وحی دو سال میں یا یہ کہا کہ میں نے وحی تین سال میں سیکھی اور قرآن دو سال میں''۔

یہ بیانات راوی کے عقائد اور اس کے دینی احوال سے متعلق تھے۔ اب حفظ وضبط اور مطالعۂ مرویات سے متعلق بعض اقوال ملاحظہ ہوں۔ شعبی کہتے ہیں:

قتادة حاطب ليل(۸۴)۔

''قتادہ روایت میں رطب ویابس کی تمیز نہیں کرتے''۔

ابن سیرین کا تجزیہ تھا کہ حسن بصری روایتِ حدیث میں الفاظ حدیث کی پابندی نہیں کرتے، قوتِ بیان کے ذریعے اسے عمدہ بناتے اور اس میں اپنے مواعظ کا اضافہ کردیتے ہیں:

يسمع الحديث فيجوده بمنطقه، ويصل فيه من مواعظه

خود اپنے بارے میں ان کا خیال تھا کہ میں حدیث میں کوئی اضافہ تو نہیں کرتا، لیکن کچھ نہ کچھ مجھ سے کمی ضرور ہو جاتی ہے:

اسمع الحديث فأسقط منه،

اس کے برخلاف قتادہ کی تعریف کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ان کا حفظ وضبط ہم سب میں سب سے عمدہ ہے۔ وہ جس طرح حدیث سنتے ہیں، من وعن اسی طرح نقل کردیتے ہیں:

وأما اللتي خرجت كما دخلت فقتادة، فهو أحفظ الناس (۸۵)۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے استدراکات صحابہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، وہاں ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ استدراکات راویانِ حدیث پر جرح کے اولین نقوش ہیں، چنانچہ اب ہم کبارِ تابعین کے عہد سے اس طرح کی جرحوں کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ عکرمہ کے بارے میں سعید بن المسیب اور ابن سیرین کی جرحیں ماقبل میں نقل کی جا چکی ہیں۔ ان اقوال کا تعلق بھی عکرمہ ہی سے ہے:

۱۔ عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے کہا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ وہ خبیث جھوٹ بولتا ہے، جاؤ اور اسے گالیاں دو۔ میں تمہیں حدیث سناتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ احرام میں تشریف لائے، پھر جب آپ نے احرام کھول لیا تب نکاح فرمایا:

عن عطاء الخراساني قال: قلت سعيد بن المسيب: إن عكرمة يزعم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوج ميمونة وهو محرم، فقال: كذب مخبثان، إذهب إليه فسبه، سأحدثكم قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محرم، فلما حلّ تزوجها (۸۶)۔

۲۔ عبداللہ بن خثیم کہتے ہیں کہ میں نے اور عبداللہ بن سعید نے عکرمہ سے ''والنخل باسقات'' کے معنی دریافت کیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ کھجوروں کا بسوق، ولادت کے وقت عورتوں کے بسوق (پستان میں دودھ اترنے) کے مانند ہوتا ہے۔ پھر میں سعید بن المسیب کے پاس گیا اور انہیں عکرمہ کی یہ بات بتلائی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ عکرمہ نے غلط کہا۔ کھجوروں کے بسوق سے مراد اس کی درازی اور لمبائی ہے:

عن عبد الله بن عثمان بن خثيم، سألت عكرمة أنا وعبد الله بن سعيد عن قوله: والنخل باسقات، قال: بسوقها كبسوق النساء عند ولادتها، فرجعت إلى سعيد، فأخبرته، فقال: كذب، بسوقها طولها (۸۷)۔

۳۔ عبدالکریم جزری، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے زمین کرائے پر دینے کو

ناپسند کیا ہے۔سعید بن جبیر سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے غلط کہا ہے۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ سال بہ سال خالی زمین کرائے پر دیا کرو:

عن عبد الکریم الجزری عن عکرمة أنه کره کراء الأرض، فذکرت ذلک لسعید، فقال: کذب عکرمة، سمعت ابن عباس یقول: إن أمثل ما أنتم صانعون استئجار الأرض البیضاء سنة بسنة(۸۸)۔

۴۔طاؤس کہتے ہیں کہ اگر عکرمہ مولیٰ ابن عباس اللہ سے ڈرتے اور اپنی بعض احادیث کی روایت سے رک جاتے تو مرجع خلائق ہوتے:

عن طاؤوس، قال: لو أن مولیٰ ابن عباس اتق اللّٰہ و کفّ من حدیثه لشدت إلیه المطایا(۸۹)۔

۵۔مطر کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے کہا کہ عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ قرآن پاک نے موزوں پر مسح کے باب میں سبقت حاصل کرلی ہے۔یعنی موزوں پر مسح کی اجازت ابتدا میں تھی بعد میں قرآن پاک کی آیتِ وضو کے ذریعے منسوخ ہوگئی، اس پر عطاء نے کہا کہ عکرمہ غلط کہتے ہیں، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم بیت الخلاء سے نکلو جب بھی موزوں پر مسح کرو:

قال مطر: قلت لعطاء: إن عکرمة قال: قال ابن عباس: سبق الکتاب المسح علی الخفین، فقال: کذب عکرمة، سمعت ابن عباس یقول: امسح علی الخفین وإن خرجت من الخلاء(۹۰)۔

ان مثالوں کے ذریعے اس طرف بھی توجہ دلانا مقصود ہے کہ کسی راوی کے حفظ وضبط کی کمی یا اس کے ضعف وکذب پر استدلال کی ایک شکل ابتدا ہی سے یہ بھی رہی ہے کہ جرح کرنے والا اپنی مرویات سے متکلم فیہ راوی کی مرویات کا موازنہ ومقابلہ کرتا ہے اور پھر جب اسے اپنے سے مختلف پاتا ہے تو اس کی طرف غلط بیانی وکذب کی نسبت کردیتا ہے، ایک مجتہد کی طرح کبھی وہ اپنے اجتہاد میں کامیاب رہتا ہے اور کبھی اس سے غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے۔

سلسلۂ زیر بحث میں دو باتیں اور بھی قابل ذکر ہیں:

ایک تو یہ کہ علمی افادہ واستفادہ کی عام طور پر دو صورتیں رائج رہی ہیں، اولاً یہ کہ شاگرد سوال کریں اور استاد جواب دے، ثانیاً یہ کہ استاد خود ہی شاگردوں کو اپنے تجربات سے مستفید کرے۔ اصحاب جرح وتعدیل کے یہاں بھی یہ دونوں صورتیں ابتدا ہی سے ملتی ہیں، یہاں اس کے لیے الگ سے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ گزشتہ صفحات میں اس کے شواہد بکثرت موجود ہیں، ان کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ صحابہ کرام اور کبارِ تابعین کے عہد میں جھوٹے راویوں اور جھوٹی روایتوں کا سلسلہ اگرچہ شروع ہو چکا تھا، لیکن بحیثیت مجموعی ان راویوں اور ایسی روایتوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اس لیے ان حضرات کو راویانِ حدیث کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق وتفتیش اور پھر جرح وتعدیل کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔ یہی سبب ہے کہ اس عہد میں جرح وتعدیل کے اقوال بہت کم ملتے ہیں۔

پھر اس وقت کی ایک بڑی سہولت یہ بھی تھی کہ کسی بھی بے بنیاد روایت کی حقیقت جاننے اور جھوٹ کا پردہ فاش کرنے کے لیے صحابہ کرام کی طرف رجوع کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت انسؓ بن مالک کی وفات ہوئی تو مؤرق العجلی ابو معتمر البصری نے کہا کہ آج نصف علم چلا گیا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب اہلِ بدعت میں سے کوئی شخص حدیث کے معاملے میں ہماری مخالفت کرتا تھا تو ہم کہتے کہ آؤ! اس کے پاس چلیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست حدیثیں سنی ہیں:

لما مات أنس بن مالک، قال مؤرق: ذهب اليوم نصف علم، قيل: كيف ذالک؟ قال: كان الرجل من أهل الأهواء إذا خالفنا في الحديث قلنا: تعال إلى من سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم(۹۱)۔

اب ہم تابعین کے اگلے طبقے کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ جرح وتعدیل کے نقطۂ نظر سے اس طبقے میں سب سے زیادہ اہمیت ایوب سختیانی (۶۸-۱۳۱ھ) کو حاصل ہے۔ ان کے علاوہ سلیمان التیمی (۴۶-۱۴۳ھ)، سعد بن ابراہیم (۵۳-۱۲۵ھ)، زہری (۵۸-۱۲۴ھ)، قتادہ (۶۰-۱۱۸ھ)، عبد اللہ بن عون (۶۶-۱۵۱ھ) اور یونس بن عبید (۶۸-۱۴۰ھ) بھی اس طبقے کے اہم افراد ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جرح وتعدیل کا فن بڑی حد تک اجتہادی ہے، یعنی اصحابِ جرح وتعدیل اپنے علم، مطالعے اور بصیرت کی بنیاد پر کسی راوی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ اکثر وبیشتر ان کی رائیں حقیقت پر مبنی اور مطابق واقعہ ہوتی ہیں، لیکن مختلف اسباب ووجوہ کی بنا پر کبھی کبھی فیصلے میں ان سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بالعموم ان کے معاصرین یا بعد میں آنے والے اصحابِ فن ان کی تصحیح کر دیا کرتے ہیں۔ ہماری معلومات کی حد تک اس مستحسن روایت کا آغاز اسی طبقے سے ہوتا ہے۔ اس کی مثال میں حضرت ابن عباسؓ کے تلمیذ رشید عکرمہ کا نام پیش کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا، ان کے بارے میں ان کے متعدد نامور معاصرین کی رائے اچھی نہ تھی، لیکن ایوب سختیانی نے ان بزرگوں کی آراء سے اختلاف کیا۔ ایک موقع پر جب ان سے عکرمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتے تو میں ان کی روایتیں نہ لکھتا:

لو لم يكن عندی ثقة، لم أكتب عنه(۹۲)۔

ایک دوسرے موقع پر جب ان سے کہا گیا کہ کیا آپ لوگ عکرمہ کو متہم سمجھتے تھے؟ تو جواب دیا کہ میں تو انہیں متہم نہیں سمجھتا تھا:

قيل لأيوب: أكنتم تتهمون عكرمة؟ قال: أما أنا فلم أكن اتهمه(۹۳)۔

ایوب نے کس بنا پر اپنے پیش روؤں کی آراء سے اختلاف کیا؟ اس سلسلے میں ان کے موقف کو سمجھنے کے لیے درج ذیل راویات کا مطالعہ مفید ہوگا۔

ایوب خود ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایتوں کے حفاظ سعید بن جبیر، عطاء اور طاؤس وغیرہ عکرمہ کے پاس جمع ہوئے۔ انہیں بٹھایا اور ان سے حضرت ابن عباسؓ کی مختلف روایات کے بارے میں سوالات شروع کیے۔ جب بھی وہ کوئی حدیث بیان کرتے، سعید بن جبیر ان کی تصدیق کرتے، تا آنکہ ان سے کہا گیا کہ سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کے واقعے کے تحت جس مچھلی کا ذکر آیا ہے، اس کے بارے میں بتائیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ وہ مچھلی ٹخنوں کے بقدر پانی میں ان دونوں کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اس پر سعید بن جبیر نے کہا کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں، انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ وہ دونوں اسے ایک ٹوکرے میں اٹھائے ہوئے ساتھ

ساتھ چل رہے تھے۔ اس روایت کو نقل کر کے ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے دونوں قول مروی ہیں:

أراه كان يقول القولين جميعاً(۹۴)۔

ایوب سختیانی کے قول کا منشا یہ ہے کہ عکرمہ اور سعید بن جبیر دونوں کی روایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتی ہیں، اس لیے محض اس بنیاد پر عکرمہ کی تکذیب نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح کا ایک بیان زہری کا بھی ہے۔

ابوبکر الہذلی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا کہ عکرمہ اور سعید بن جبیر کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے کہ قرآن پاک کی آیت:

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِ يْنَ﴾ (سورهٔ حجر، آیت ۹۵)

میں جن "مستھزئین" کا ذکر آیا ہے، ان میں سے ایک کا مصداق کون ہے؟ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ حارث بن غیطلہ ہے اور عکرمہ کہتے ہیں کہ حارث بن قیس ہے۔ زہری نے جواب دیا کہ دونوں اپنی اپنی جگہ درست کہتے ہیں۔ اس کی ماں غیطلہ کہلاتی تھی اور باپ قیس کہلاتا تھا:

قال أبوبكر الهذلي: قلت للزهري: إن عكرمة وسعيد بن جبير اختلفا في "رجل من المستهزئين"، فقال سعيد: الحارث بن غيطلة، وقال عكرمة: الحارث بن قيس، فقال: صدقا جميعاً، كانت أمه تدعى غيطلة، وكان أبوه يدعى قيساً(۹۵)۔

اس کے علاوہ راوی پر جرح سے متعلق اہم امور، جن کی جانب، اس عہد میں توجہ دلائی گئی یہ ہیں:

(الف): بحیثیت انسان کسی شخص کا اچھا اور قابلِ تعریف ہونا اور راوی کی حیثیت سے اس کا مقبول ومعتبر ہونا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ حماد بن زید کہتے ہیں:

قال أيوب: إن لي جاراً ثم ذكر من فضله، ولو شهد على تمرتين ما رأيت شهادته جائزة(۹۶)۔

"ایوب نے کہا کہ میرا ایک پڑوسی ہے، پھر اس کی خوبیوں کا ذکر کیا، پھر کہا کہ وہ اگر دو کھجوروں کے بارے میں بھی گواہی دے تو میں اس کی گواہی کو درست نہیں سمجھوں

گا‘‘۔

ب: راویِ حدیث کے بارے میں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ فنِ حدیث، اس کے اصول وآداب اور تقاضوں سے بھی واقف ہے یا نہیں؟ حماد بن زید روایت کرتے ہیں:

ذکر فرقد عند أیوب، فقال: إن فرقداً لیس صاحب حدیث(۹۷)۔

’’ایوب کے سامنے فرقد بن یعقوب السنجی کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ فرقد صاحبِ حدیث نہیں‘‘۔

ج: ایسا راوی جس کے یہاں غرائب کی کثرت ہو، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ حماد بن زید کہتے ہیں:

کان رجل قد لزم أیوب وسمع منه، ففقده أیوب، فقالوا له: یا أبا بکر أنه قد لزم عمرو بن عبید، قال حماد: نبینا أنا یوماً مع أیوب وقد بکرنا إلی السوق، فاستقبله الرجل، فسلّم علیه أیوب وسأله، ثم قال له أیوب: بلغنی أنک لزمت ذالک الرجل، قال حماد: سمّاه یعنی عمرواً، قال: نعم یا أبابکر أنه یجیئنا بأشیاء غرائب، قال: یقول له أیوب: نفر أو نفرق من تلک الغرائب(۹۸)۔

’’ایک شخص ایوب کے ساتھ لگ گیا، ان سے روایتیں سنیں، پھر لاپتہ ہو گیا، لوگوں نے کہا کہ اے ابوبکر! وہ عمرو بن عبید کے ساتھ لگ گیا ہے۔ حماد کہتے ہیں کہ ایک روز میں ایوب کے ساتھ تھا، ہم لوگ منہ اندھیرے بازار کی طرف چلے جا رہے تھے کہ وہ آدمی سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ایوب نے اسے سلام کیا، اس کا حال پوچھا، پھر کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم فلاں شخص کے ساتھ لگ گئے ہو؟ حماد کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کا یعنی عمرو کا نام لیا۔ اس آدمی نے جواب میں کہا کہ ہاں اے ابوبکر! وہ ہمیں عجیب عجیب روایتیں سناتا ہے۔ ایوب نے کہا کہ ہم انہی غرائب سے بھاگتے ہیں یا یہ کہا کہ ڈرتے ہیں‘‘۔

د: فاسد العقیدہ راوی بھی قابلِ احتراز ہے۔ عمرو بن عبید پر اس پہلو سے بھی جرح کی گئی ہے۔ سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں:

بلغ أيوب إني آتي عمرواً، فأقبل عليّ يوما، فقال: أرأيت رجلاً لا تأمنه على دينه، كيف تأمنه على الحديث؟(۹۹)۔

''ایوب کو اطلاع ملی کہ میں عمرو بن عبید کے پاس آتا جاتا ہوں، تو ایک دن وہ میرے روبرو آئے اور مجھ سے کہا کہ یہ بتاؤ، تم جس پر دین کے معاملے میں اعتماد نہیں کرتے، اس پر حدیث کے معاملے میں کیسے اعتماد کرسکتے ہو؟''

یہاں ضمناً عمرو بن عبید کی ایک روایت کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے، جسے سن کر ایوب سختیانی نے اس کی تکذیب کی تھی اور غالباً اسی قسم کی روایات کی بنیاد پر انہوں نے اس کے بارے میں فاسد العقیدہ اور بددین ہونے کا حکم بھی لگایا تھا۔ روایت ہے:

قيل لأيوب: إن عمرو بن عبيد روى عن الحسن أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه، قال: كذب(۱۰۰)۔

''ایوب سے کہا گیا کہ عمرو بن عبید حسن بصری سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کردو۔ ایوب نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے''۔

تاریخ کی مدد سے کسی راوی کی کذب بیانی ثابت کرنے کی اولین کوششیں بھی غالباً اسی عہد سے تعلق رکھتی ہیں، اس سلسلے میں درج ذیل روایت ملاحظہ ہو۔ ہمام کہتے ہیں:

دخل أبو داؤد الأعمى على قتادة، فلما قام، قالوا: إن هذا يزعم أنه لقي ثماني عشر بدرياً، فقال قتادة: هذا كان سائلاً قبل الجارف لا يعرض لشيئ من هذا ولا يتكلم فيه، فوالله ما حدثنا الحسن عن بدريّ مشافهة، ولا حدثنا سعيد بن المسيب عن بدريّ مشافهة إلا عن سعد بن مالك(۱۰۱)۔

''ابو داؤد اعمیٰ ایک دن قتادہ کے پاس آیا، جب مجلس سے اٹھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ کہتا ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے، قتادہ نے کہا کہ وہ تباہ کن طاعون سے پہلے گداگری کرتا پھرتا تھا، علم حدیث سے نہ اس کا اشتغال تھا، نہ اس

فن میں کچھ گفتگو کرتا تھا، بخدا نہ تو حسن بصری نے کسی بدری صحابی سے براہ راست سنی ہوئی کوئی روایت ہم سے بیان کی اور نہ سعید بن المسیب نے، ہاں! حضرت سعد بن مالک سے سعید بن المسیب کا سماع ثابت ہے"۔

اہل بدعت یا اہل اہوا کی اصطلاح کبارِ تابعین کی طرح اس عہد میں بھی مروج رہی ہے اور قدریہ، مرجئہ وغیرہ کے خلاف اس طبقے کے تابعین نے بھی شدید تنفر کا اظہار کیا ہے۔اس سلسلے میں بعض بیانات ملاحظہ ہوں:

یونس بن عبید کہتے ہیں:

لا یمکن أحدکم سمعه من أصحاب الأهواء(۱۰۲)۔

"تم لوگ بندگانِ ہوا وہوس کی باتیں ہرگز نہ سننا"۔

ایک موقع پر جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے کوئی بیٹے عمرو بن عبید کی مجلس میں گئے تھے،تو انہوں نے غضب ناک ہوکر فرمایا:

إنهاک عن الزنا، والسرقة وشرب الخمر ولأن تلقی الله بهن أحب إلیّ من أن تلقاه برأی عمرو، وأصحاب عمرو(۱۰۳)۔

"میں تمہیں زنا، چوری اور مے خواری سے روکتا ہوں، پھر اگر تم ان گناہوں سے آلودگی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا سامنا کرو،تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ تم عمرو اور اس کے ہمراہیوں کے نظریے وخیال کے ساتھ اس کے حضور میں جاؤ"۔

یحیٰ بن ابی کثیر (م:۱۲۹ھ) کہتے ہیں:

إذا رأیت المبتدع فی طریق فخذ فی غیره(۱۰۴)۔

"اگر کسی راستے میں بدعتی پر نظر پڑ جائے تو راستہ بدل دو"۔

سعید بن عامر روایت کرتے ہیں:

مرض سلیمان التیمی، فبکی، فقیل: ما یبکیک؟ قال: مررت علی قدری، فسلّمت علیه، فأخاف الحساب علیه(۱۰۵)۔

"سلیمان تیمی بیمار ہوئے تو رونے لگے۔لوگوں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ ایک بار میرا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو فرقۂ قدریہ سے تعلق رکھتا تھا، میں نے اسے سلام کردیا، میں ڈرتا ہوں کہیں اس پر میرا محاسبہ نہ ہوجائے''۔

سلیمان التیمی کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ وہ حدیث سنانے سے پہلے طالب حدیث کا عقیدہ معلوم کرتے تھے۔ خاص طور پر عقیدۂ قدر سے اس کی برأت کی قسم لیتے تھے، تب حدیث سناتے تھے(۱۰۶)۔ ایک بار انہوں نے ایک شخص سے کہا:

نشدتک باللّٰہ أجھمی أنت؟ فقال: ما أفطنک، من أین تعرفنی؟(۱۰۷)۔

''تجھے خدا کا واسطہ، کیا تو فرقۂ جہمیہ سے تعلق رکھتا تھا؟ اس نے جواب دیا آپ کس قدر زیرک ہیں، مجھے کہاں سے پہچانتے ہیں؟''

سلّام بن مطیع روایت کرتے ہیں:

رأی أیوب رجیلا من أھل الأھواء، فقال: إنی لأعرف الذلة فی وجھه(۱۰۸)۔

''ایوب نے اہل اہوا میں سے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا کہ میں اس کے چہرے پر ذلت کے آثار کی شناخت کررہا ہوں''۔

اس طبقے کے تابعین سے مختلف راویوں کے بارے میں جرح کے جو کلمات منقول ہیں، ان میں سے بعض ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

ایوب سختیانی، ابوامیہ عبدالکریم بصری کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان غیر ثقة، لقد سألنی حدیثاً لعکرمة، ثم قال: سمعت عکرمة(۱۰۹)

''وہ غیر ثقہ تھا، اس نے مجھ سے عکرمہ کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا، پھر کہنے لگا کہ میں نے عکرمہ سے سنا ہے''۔

ایک اور راوی کے بارے میں فرمایا:

لم یکن بمستقیم اللسان(۱۱۰)۔

''اس کی زبان درست نہ تھی''۔

ایک دوسرے راوی کے بارے میں فرمایا:

یزید فی الرقم(۱۱۱)۔

''وہ قیمت بڑھادیا کرتا ہے''۔

ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرُس کے بارے میں ان کا قول ہے:

حدثنا أبو الزبیر وأبو الزبیر أبو الزبیر (۱۱۲)۔

''ہم سے ابوالزبیر نے بیان کیا اور ابوالزبیر ابوالزبیر ہیں''۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سے ابوالزبیر کی تضعیف مراد ہے (۱۱۳)۔

یونس بن عبید کہتے ہیں:

ما استخف الحسن شیئی ما استخفه القدر (۱۱۴)۔

''عقیدۂ قدر نے حسن بصری کی حیثیت کم کردی''۔

انہی کا قول ہے:

کان عمرو بن عبید یکذب فی الحدیث(۱۱۵)۔

''عمرو بن عبید حدیث میں کذب بیانی کرتا ہے''۔

عبداللہ بن عون شہر بن حوشب کے بارے میں فرماتے ہیں:

إن شهر نزکوه(۱۱۶)۔

''لوگوں نے شہر کو نیزے مارے ہیں''۔

اب توثیق وتوصیف کے کلمات بھی ملاحظہ ہوں۔مندرجہ ذیل اقوال ایوب سختیانی کے ہیں:

ما رأیت أحداً أعلم من الزهری(۱۱۷)۔

''میں نے زہری سے زیادہ علم والا کوئی نہیں دیکھا''۔

ما قدم علینا أحد من الکوفة أفضل من سفیان الثوری(۱۱۸)۔

''سفیان ثوری سے افضل کوئی شخص کوفہ سے ہمارے پاس نہیں آیا''۔

لا یفقه رجل، لا یدخل حجرة سعید بن أبی عروبة(۱۱۹)۔

''جو شخص سعید بن ابی عروبہ کی کوٹھڑی میں داخل نہ ہو فقیہ نہیں ہوسکتا''۔

لیس أحد أفضل لحدیث حمید بن هلال من سلیمان بن المغیرة(۱۲۰)

''حمید بن ہلال کی احادیث کے سلسلے میں سلیمان بن مغیرہ سے افضل کوئی نہیں ہے''

قال وهيب: كان يقول لنا أيوب: خذوا من سليمان بن المغيرة(۱۲۱)۔

''وہیب کہتے ہیں ہم سے ایوب کہا کرتے تھے کہ سلیمان بن مغیرہ سے روایات لیا کرو''۔

درج ذیل اقوال قتادہ کے ہیں:

ما رأيت أعلم من سعيد ابن المسيب(۱۲۲)

''میں نے سعید بن المسیب سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا''۔

ما رأيت شريف قوم أفضل من الأحنف(۱۲۳)۔

''میں نے احنف سے زیادہ افضل کوئی سردار قوم نہیں دیکھا''۔

إعلم من بقي بالتفسير مجاهد(۱۲۴)۔

''اب جو لوگ باقی بچے ہیں، ان میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم مجاہد ہیں''۔

كان أعلام التابعين أربعة: كان عطاء أعلمهم بالمناسك، و كان سعيد بن جبير أعلمهم بالتفسير، و كان عكرمة أعلمهم بسيرة النبي صلى الله عليه وسلم، و كان الحسن من أعلم الناس بالحلال و الحرام(۱۲۵)

''کبارِ تابعین چار تھے: عطاء بن ابی رباح عبادات کے سب سے بڑے عالم تھے، سعید بن جبیر تفسیر کے، عکرمہ سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اور حسن بصری حلال اور حرام کے''۔

یہ دونوں بیانات ابن عون کے ہیں:

ثلاثة ما رأيت مثلهم: محمد بن سيرين بالعراق، والقاسم بن محمد بالحجاز، ورجاء بن حيوة بالشام(۱۲۶)۔

''تین شخصیتیں ایسی ہیں، جن کی نظیر میری نگاہ سے نہیں گزری: عراق میں محمد بن سیرین، حجاز میں قاسم بن محمد اور شام میں رجاء بن حیوۃ''۔

ما أبو الزبير بدون عطاء بن أبي رباح(۱۲۸)۔

''ابوالزبیر عطاء بن ابی رباح سے کم نہیں''۔

یہ قول سعد بن ابراہیم کا ہے:

هذا ابن أبي ذئب، وهو عندي ثقة(۱۲۸)۔

''یہ ابن ابی ذئب ہیں اور وہ میرے نزدیک ثقہ ہیں''۔

یہ قول زہری کا ہے:

لو رأيت طاؤوساً علمت إنه لا يكذب(۱۲۹)۔

''اگر تم نے طاؤس کو دیکھا ہوتا تو جان لیتے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے ہیں''۔

کبارِ تابعین میں کن حضرات کی روایت معنیٰ کے لحاظ سے ہوتی تھی اور کون لوگ الفاظِ حدیث کی پابندی کرتے تھے؟ اس سلسلے میں ابنِ عون کا قول ملاحظہ ہو:

كان إبراهيم والشعبي والحسن يأتون بالحديث على المعاني، وكان القاسم وابن سيرين، ورجاء يعيدون الحديث على حروفه(۱۳۰)۔

''ابراہیم نخعی، شعبی اور حسن بصری معنیٰ حدیث کی روایت کرتے تھے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر، ابن سیرین اور رجاء بن حیوہ حدیث کو لفظ بہ لفظ دہراتے تھے''۔

یہ سوال کہ فلاں تابعی کا سماع فلاں صحابی سے ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی احادیث میں ہے؟ اس قسم کے سوالات کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہوتا ہے، یونس بن عبید کہتے ہیں:

لم يسمع الحسن من أبي هريرةؓ(۱۳۱)۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے حسن بصری کا سماع ثابت نہیں''۔

ابن عون فرماتے ہیں:

كان محمد لا يرفع من حديث أبي هريرة إلا ثلاثة أحاديث(۱۳۲)۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے محمد بن سیرین نے صرف تین حدیثیں سنی ہیں''۔

قتادہ کہتے ہیں:

ما شافه الحسن بدريا بحديث(۱۳۳)۔

''حسن بصریؒ نے کسی بدری صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی''۔

عہدِ تبع تابعین

یہ ایک حقیقت ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کے عہد میں جرح وتعدیل کا ابتدائی ثبوت تو ملتا ہے، لیکن ایک باقاعدہ علم اور فن کی حیثیت اسے تبع تابعین کے عہد میں حاصل ہوئی۔ اس ضمن میں تاریخی ترتیب اور کارناموں کی عظمت واہمیت ہر دو لحاظ سے ابو بسطام شعبہ بن الحجاج (۸۰-۱۶۰ھ) کا نام سرفہرست ہے۔ ہم آئندہ صفحات میں یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ اس فن کے ارتقا اور فروغ واستحکام میں ان کا کیا حصہ ہے؟

اس گفتگو کا آغاز ہم علامہ ذہبی کی ایک عبارت سے کرتے ہیں، موصوف شعبہ کی شان وعظمت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> كان أبو بسطام إماماً، ثبتاً، حجةً، ناقداً، جهبذاً، صالحاً، زاهداً، قانعاً بالقوة، رأسا في العلم والعمل، منقطع القرين، وهو أول من جرّح وعدّل، أخذ عنه هذا الشان يحيىٰ بن سعيد القطان، وابن مهدى، طائفة. وكان سفيان الثورى يخضع له ويجله ويقول: شعبة أمير المؤمنين في الحديث، وقال الشافعي: لو لا شعبة لما عرف الحديث بالعراق (۱۳۴)۔

> ''ابو بسطام شعبہ امام، ثبت، حجت، ناقد، کھرے کھوٹے کو پرکھنے والے، صالح، زاہد، قناعت پسند، علم وعمل میں ممتاز اور اپنی نظیر آپ تھے، وہ جرح وتعدیل کے امام اول ہیں، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمن بن مہدی اور ایک جماعت نے جرح وتعدیل کا فن ان ہی سے سیکھا ہے، سفیان ثوری ان کے سامنے بچھے جاتے، ان کا اعزاز واکرام کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ شعبہ حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو اہل عراق علم حدیث سے نا آشنا رہ جاتے''

عہد تابعین میں علم حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کی بیشتر توجہ احادیث وآثار کے حفظ وروایت کی طرف مبذول رہتی تھی۔ رجال کی تحقیق وتفتیش، اسانید کی جانچ پرکھ اور احادیث کی علتوں کی نشاندہی کی جانب کم توجہ دیتے تھے۔ ایسا کسی تساہلی کی بنا پر نہ تھا، بلکہ اس کے کئی اسباب تھے۔ ایک سبب تو یہ تھا کہ ضعفاء کی تعداد کم تھی، دوسرے سرکردہ اور نامور محدثین کی موجودگی کی بنا پر انہیں معاشرے میں اعتبار وقبول حاصل نہ تھا، تیسرے ضعفا بھی بالعموم عقائد کی وجہ سے غیر معتبر

سمجھے جاتے تھے، دیدہ ودانستہ جھوٹ بولنے والے راویوں کی تعداد بھی کم تھی۔ چوتھے سلسلۂ سند طویل نہ تھا، ایک یا دو واسطوں سے صحابی تک پہنچا جا سکتا تھا۔ پانچویں یہ کہ بعض صورتوں میں صحابہ کرام سے مراجعت کی سہولت بھی حاصل تھی، لیکن تبع تابعین کے عہد تک آتے آتے صورت حال بڑی حد تک بدل گئی۔ صحابہ کرام دنیا سے رخصت ہو گئے، سندوں کا سلسلہ طویل ہو گیا، کذب بیانی ودروغ بافی کا رواج بڑھ گیا، تابعیت کے بہت سے جھوٹے مدعی پیدا ہو گئے (۱۳۵) اور غیر معتبر راویوں اور روایتوں کی تعداد بتدریج بڑھنے لگی۔ ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ حفظِ آثار وروایات کے ساتھ ساتھ تحقیقِ اسانید اور تفتیشِ رجال کی طرف زیادہ توجہ صرف کی جائے اور صحیح وسقیم احادیث کے درمیان خطِ فاصل کھینچنے کا عمل تیز تر کر دیا جائے۔

شعبہ کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ تاریخی طور پر یہ کارنامہ سب سے پہلے ان ہی نے انجام دیا۔ وہ خود فرماتے ہیں:

ما أعلم أحدا أفتش الحديث كتفتيشي (۱۳۶)۔

''میری طرح حدیث کے بارے میں تفتیش کرنے والا میرے علم میں کوئی نہیں ہے''

راویوں پر نقد جرح سے انہیں جو شغف تھا، اس کی مثال بھی ان سے پہلے کسی اور کے یہاں نہیں ملتی۔ انہوں نے اس کے لیے ''اللہ واسطے غیبت'' کی اصطلاح وضع کی تھی۔ وہ اپنے رفقا واحباب کو بھی اس کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں:

سمعت شعبة يقول: تعالوا نغتاب في الله. يريد الكلام في الشيوخ (۱۳۷)۔

''میں نے شعبہ کو کہتے ہوئے سنا: آؤ اللہ واسطے غیبت کریں۔ مراد یہ تھی کہ آؤ راویوں پر کلام کریں''۔

شعبہ روایت حدیث، تصحیح اور تعدیلِ رجال وغیرہ، ہر معاملے میں غایت درجہ محتاط، بلکہ شدت پسند واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے شیوخ سے ان کی مرویات کو بار بار سننا پسند کرتے اور درمیان میں انہیں ٹوکتے بھی رہتے تھے کہ آپ نے یہ روایت کس سے سنی؟ اس میں کوئی شبہ تو نہیں ہے؟ وغیرہ۔ اس سلسلے میں چند بیانات ملاحظہ ہوں:

۱۔ عبداللہ بن دینار نے انہیں حضرت ابن عمرؓ کی ایک حدیث سنائی، اس پر انہوں نے سوال

کیا:

أنت سمعته منه؟ قال: نعم(۱۳۸)۔

''کیا آپ نے یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں''۔

۲۔حضرت براء بن عازبؓ کی ایک حدیث: ''من منح منیحۃ ورق الخ'' کے بارے میں شعبہ کہتے ہیں:

سألت طلحة بن مصرف عن هذا الحديث أكثر من عشرين مرّة ولو كان غيري قال: ثلاثين مرة(۱۳۹)۔

''میں نے اس حدیث کے بارے میں طلحہ بن مصرف سے بیس مرتبہ سے زائد سوال کیا۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ تیس مرتبہ کہتا''۔

۳۔ایک حدیث کے بارے میں انہوں نے ابومعشر سے پوچھا:

أسمعته من إبراهيم؟ قال: هو قوله(۱۴۰)۔

''کیا آپ نے یہ روایت ابراہیم نخعی سے سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، یہ انہی کا قول ہے''۔

۴۔خود شعبہ کا بیان ہے:

كنت أجالس قتادة، فيذكر الشيء، فأقول: كيف أسناده؟(۱۴۱)۔

''میں قتادہ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا، وہ کچھ ذکر کرتے تو پوچھتا کہ اس کی سند کیا ہے؟''

۵۔حماد بن زید کہتے ہیں:

ما ابالي من خالفني إذا وافقني شعبة، لأن شعبة كان لايرضى أن يسمع الحديث مرة، يعاود صاحبه مراراً، ونحن كنا إذا سمعناه مرة اجتزينا به»(۱۴۲)۔

''اگر شعبہ کسی حدیث کی روایت میں میری موافقت کریں تو پھر مجھے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں ہے، کیونکہ انہیں کسی حدیث کا صرف ایک بار سننا پسند نہ تھا، وہ بار بار صاحب حدیث سے مراجعت کرتے تھے، اور ہم لوگ صرف ایک بار کے سننے پر اکتفا کر لیتے تھے''۔

۶۔ ابوالولید کہتے ہیں:

سألت شعبة عن حديث، فقال: لا أحدثك لأني سمعته من أبي عون مرة واحدة(۱۴۳)۔

''میں نے شعبہ سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں وہ حدیث تم سے بیان نہیں کروں گا، کیونکہ میں نے اسے ابوعون سے صرف ایک مرتبہ سنا ہے''۔

احادیث کے سلسلے میں قطعیت پسندی، صحت کے تیقن اور ہر قسم کے شکوک وشبہات کے ازالے پر اصرار کی بنا پر انہوں نے تحقیق اسانید کا بھی ایک بلند معیار قائم کیا۔ چنانچہ ''تدلیس'' (۱۴۴) اور ''ارسال'' (۱۴۵) کے مسائل ومباحث جس شدت، صراحت اور کثرت کے ساتھ شعبہ نے اٹھائے، اس کی مثال ان سے پہلے کسی اور کے یہاں نہیں ملتی، مثلاً یہ کہ کس تابعی کا کس صحابی سے سماع ثابت ہے اور کس سے ثابت نہیں؟ اگر ثابت ہے تو کتنی احادیث سماع پر مبنی ہیں؟ اور کتنی مرسل ہیں؟ اسی طرح تابعین میں کس کا کس سے سماع ثابت ہے؟ وغیرہ۔ اس ضمن میں شعبہ کے بعض بیانات ملاحظہ ہوں:

۱۔ لم يدرك عبد الرحمن بن أبزى علياً(۱۴۶)۔

''عبدالرحمن بن ابزی نے حضرت علیؓ کو نہیں پایا''۔

۲۔ أبو المهلب لم يسمع عن أبي بن كعب(۱۴۷)۔

''ابوالمہلب نے حضرت ابی بن کعبؓ سے نہیں سنا''۔

۳۔ شعبة ينكر مجاهد سمع عائشةؓ(۱۴۸)۔

''شعبہ کے نزدیک مجاہد کا حضرت عائشہؓ سے سماع ثابت نہیں''۔

۴۔ شعبة ينكر أبو رزين سمع ابن مسعود(۱۴۹)۔

''شعبہ کے نزدیک ابورزین کا حضرت ابن مسعودؓ سے سماع ثابت نہیں''۔

۵۔ شعبة ينكر أن يكون الضحاك بن مزاحم لقي ابن عباس قط(۱۵۰)۔

''شعبہ کے نزدیک ضحاک بن مزاحم کی حضرت ابن عباسؓ سے ایک بار بھی ملاقات

ثابت نہیں''۔

٦۔ شعبة ينكر أبو ظبيان سمع سلمان(١٥١)۔

''شعبہ کے نزدیک ابوظبیان کا حضرت سلمان فارسیؓ سے سماع ثابت نہیں ہے''۔

٧۔ لم يسمع أبو عبد الرحمان السلمي من عثمان(١٥٢) ولا من عبد الله بن مسعود ولكن قد سمع من عليّ(١٥٣)۔

''ابوعبدالرحمٰن السلمی نے نہ تو حضرت عثمانؓ سے سنا ہے، نہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے، البتہ حضرت علیؓ سے ان کا سماع ثابت ہے''۔

٨۔ لم يدرك أبو البختري عليا ولم يره(١٥٤)۔

''ابوالبختری نے حضرت علیؓ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ اس نے انہیں دیکھا ہے''۔

٩۔ قد أدرك أبو العالية رفيع علي بن أبي طالب، ولم يسمع منه شيئا(١٥٥)۔

''ابوالعالیہ رفیعؒ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو پایا ضرور ہے، لیکن ان کا حضرت علیؓ سے کسی حدیث کا سننا ثابت نہیں ہے''۔

١٠۔ ما أرى محمد بن سيرين سمع من عقبة بن عبد الغافر(١٥٦)۔

''میرے خیال میں ابن سیرین کا عقبہ بن عبدالغافر سے سماع ثابت نہیں''

١١۔ كان شعبة يضعف إبراهيم عن علي(١٥٧)۔

''ابراہیم نخعی کی حضرت علیؓ سے مروی روایات کو شعبہ سند کے لحاظ سے ضعیف سمجھتے تھے'' یعنی ان کے نزدیک حضرت علیؓ سے ابراہیم کا سماع ثابت نہیں۔

١٢۔ لم يحدثنا أحد أنه سمع عن علقمة إلا أبو قيس(١٥٨)۔

''علقمہ سے ان کے سماع کی تصریح ابوقیس کے علاوہ کسی اور نے ہم سے نہیں کی''۔

١٣۔ كان شعبة يضعف حديث أبي بشر عن مجاهد، قال: ما سمع منه شيئا(١٥٩)۔

''ابوبشر کی مجاہد سے مروی روایات کو شعبہ ضعیف سمجھتے تھے، ان کا قول ہے کہ ابوبشر نے مجاہد سے نہیں سنا''۔

۱۴۔لم يسمع أبو بشر عن حبيب بن سالم(۱۶۰)۔

''ابو بشر کا حبیب بن سالم سے سماع ثابت نہیں''۔

۱۵۔ لم يسمع أبو إسحاق عن الحارث الأعور إلا أربعة أحاديث(۱۶۱)

''ابواسحاق السبیعی نے حارث اعور سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں''۔

۱۶۔ عامر الشعبى عن على وعطاء عن على كتاب(۱۶۲)۔

''عامر شعبی اور عطاء بن ابی رباح کی حضرت علیؓ سے مروی روایات کتاب پر مبنی ہیں''۔

یعنی حضرت علیؓ سے سنی ہوئی نہیں ہیں، کتاب سے منقول ہیں۔

۱۷۔ كان شعبة يرى أن أحاديث أبى سفيان عن جابر أنما هو كتاب سليمان اليشكرى(۱۶۳)۔

''شعبہ کی رائے تھی کہ ابوسفیان کی حضرت جابرؓ سے مروی روایات سلیمان الیشکری کی کتاب سے منقول ہیں''۔

یعنی حضرت جابرؓ سے سنی ہوئی نہیں ہیں۔

۱۸۔ أحاديث الحكم عن مجاهد كتاب، إلا ما قال سمعت(۱۶۴)۔

''حکم کی مجاہد سے مروی روایات کتاب سے منقول ہیں، بجز ان روایات کے جن میں وہ سماع کی تصریح کریں''۔

۱۹۔ أحاديث الحكم عن مقسم كتاب إلا خمسة أحاديث(۱۶۵)۔

''حکم کی مقسم سے مروی احادیث کتاب سے منقول ہیں، بجز پانچ احادیث کے''۔

۲۰۔ كان شعبة يوهن مرسلات معاوية بن قرة، يرى أنها عن شهر(۱۶۶)۔

''معاویہ بن قرہ کی مرسل روایات کو شعبہ ضعیف بتاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ شہر بن حوشب سے مروی ہیں''۔

۲۱۔ سلمان الأغر كان قد لقى أبا هريرة و أبا سعيد(۱۶۷)۔

''سلمان الاغر نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ دونوں سے ملاقات

کی ہے"۔

۲۲۔ لم يسمع حميد الطويل من أنس سوى أربعة وعشرين حديثاً، والباقي سمعها وثبتها فيها ثابت البناني(۱۶۸) يعني فكأن يحذف ثابتا ويدلسها فيقول عن أنس.

"حمید الطویل نے حضرت انسؓ سے صرف چوبیس حدیثیں سنی ہیں۔ حضرت انسؓ کی بقیہ حدیثیں انہیں ثابت البنانی کے واسطے سے پہنچی ہیں۔ یعنی وہ ثابت کو حذف کر دیتے ہیں اور تدلیس کرتے ہوئے براہِ راست حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں"۔

راوی اور مروی عنہ کے درمیان سماع کے ثبوت وعدم ثبوت کی تحقیق وتفتیش شعبہ اس شدت اور انہماک سے اس لیے کرتے تھے کہ انہیں تدلیس سخت ناپسند تھی۔ چنانچہ ان کا قول ہے:

لأن أزني أحب إلى من أن أدلس (۱۶۹)۔

"تدلیس میرے نزدیک زنا سے بدتر ہے"۔

اسی طرح کہتے ہیں:

لأن أقع من السماء إلى الأرض أحب إلى من أن أدلس(۱۷۰)۔

"آسمان سے زمین پر گر جانا مجھے پسند ہے، لیکن تدلیس پسند نہیں"۔

اپنے شیخ قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے وہ ان کی صرف وہی روایتیں لیتے تھے جس میں سماع وتحدیث کی تصریح موجود ہو۔ فرماتے ہیں:

كنت اتفقد فم قتادة، فإذا قال سمعت أو حدثنا، تحفظته وإلا فتركته(۱۷۱)۔

"میں قتادہ کا منہ دیکھتا رہتا تھا، جب وہ "سمعت" یا "حدثنا" کے صیغے سے روایت بیان کرتے تو میں اسے یاد کر لیتا ورنہ چھوڑ دیتا"۔

احتمالِ ارسال کی بناء پر "معنعن" (۱۷۲) روایتیں بھی ان کے نزدیک معتبر نہ تھیں، ان کا قول ہے:

فلان عن فلان مثله لا يجزى(۱۷۳)۔

''فلاں عن فلاں جیسی سند نا کافی ہے''۔

وہ کہا کرتے تھے:

کل حدیث لیس فیه حدثنا فهو مثل الرجل فی فلاة معه بعیر بلا خطام(۱۷۴)۔

''محدث کی حدثنا کی تصریح کے بغیر حدیث کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی کے ساتھ صحرا میں کوئی شتر بے مہار ہو''۔

سندوں کی تحقیق سے شعبہ کو کس قدر شغف تھا اور اس سلسلے میں ان کا طریق کار کیا تھا؟ اس کا اندازہ ان کے بعض واقعات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں:

قال شعبة: قلت لأبی إسحاق: من حدثک عن علی بن ربیعة؟ "قال: کنت ردف علی فلما رکب قال: سبحان الذی سخّر لنا هذا"، قال: سمعت من یونس بن خباب، فأتیت یونس بن خباب، فقلت: من حدثک؟ فقال: حدثنی رجل عن علی بن ربیعة(۱۷۵)۔

''شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کہ آپ سے علی بن ربیعہ کی حدیث **کنت ردف علی، فلما رکب قال سبحان الذی سخرلنا هذا** کس نے بیان کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اسے یونس بن خباب سے سنا ہے، چنانچہ میں یونس بن خباب کے پاس گیا، ان سے پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک شخص کے واسطے سے یہ علی بن ربیعہ سے مجھ تک پہنچی ہے''۔

گویا اس تحقیق کے نتیجے میں یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

۲۔ عن قتادة عن سعید بن جبیر عن ابن عمر أن النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن نبیذ الجرّ، قال شعبة: فقلت لقتادة ممّن سمعته؟ قال: حدثنیه أیوب السختیانی، قال شعبة: فأتیت أیوب، فسألته، فقال: حدثنیه أبو بشر، قال شعبة: فأتیت أبا بشر، فسألته، فقال: أنا سمعت

سعید بن جبیر عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه نهى عن نبیذ الجرّ (۱۷۶)۔

"قتادہ نے عن سعید بن جبیر عن ابن عمر کی سند سے شعبہ کو یہ حدیث سنائی: إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن نبیذ الجر ،شعبہ کہتے ہیں میں نے قتادہ سے پوچھا، آپ نے یہ حدیث کس سے سنی؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے اس کو ایوب سختیانی نے بیان کیا ہے، تب میں ایوبؒ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے اس کو ابو بشر نے بیان کیا ہے، شعبہ کہتے ہیں کہ تب میں ابو بشر کے پاس گیا اور ان سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ حدیث سعید بن جبیر سے سنی ہے اور وہ حضرت ابن عمرؓ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں"۔

اس تحقیق کا ما حاصل یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند متصل ہے۔

۳۔ عن معاویة بن قرّة قال: قال ابن عباس: "أنظر إلى العظام كيف ننشزها" فقال: فيه قولا، قلت: من حدثک؟ قال: شهر بن حوشب استرحنا من خناقک یاشعبة (۱۷۷)۔

"معاویہ بن قرہ نے شعبہ سے آیت کریمہ **أنظر إلى العظام كيف ننشزها** کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول کی حکایت کی، شعبہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ روایت آپ سے کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا شہر بن حوشب نے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ شعبہ میری گلو خلاصی کرو"۔

شہر بن حوشب، شعبہ کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ اس طرح اس تحقیق کے نتیجہ میں انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ ان کے نقطۂ نظر سے یہ روایت غیر معتبر ہے۔ ساتھ ہی معاویہ کے قول "شعبہ میری گلو خلاصی کرو" سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ شعبہ سے حقائق کا چھپانا بڑا مشکل کام تھا۔ لوگ ان کی جرح وقدح سے نجات حاصل کرنے کے لیے بہتر یہی سمجھتے تھے کہ سچی بات پہلی مرتبہ ہی میں ظاہر کر دیں۔

۴۔ خود شعبہ کہتے ہیں:

سألت الحكم عن دية اليهودى والنصرانى، فقال: قال سعيد بن المسيب: إن عمر جعل دية اليهودى والنصرانى أربعة الاف، ودية المجوسى ثمانى مائة، فقلت للحكم من سعيد ابن المسيب؟ فقال: لو شئت سمعت ثابت الحداد. قال شعبة: فأتيت الحدّاد، فحدثنى عن سعيد بن المسيب عن عمر مثله(۱۷۸)۔

''میں نے حکم سے یہودی اور نصرانی کی دیت کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار مقرر فرمائی ہے اور مجوسی کی آٹھ سو۔ اس پر میں نے حکم سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ روایت سعید بن المسیب سے سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم چاہو تو اسے ثابت الحداد سے بھی سن سکتے ہو۔ شعبہ کہتے ہیں تب میں ثابت الحداد کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی مجھ سے یہ روایت عن سعید بن المسیب عن ابن عمرؓ کی سند سے بیان کی''۔

اس تحقیق کے نتیجے میں شعبہ کو اس حدیث کی صحت کا تیقن بھی ہو گیا اور ساتھ ہی انہیں حکم کے ایک متابع کا پتہ بھی چل گیا۔

اب تک کی گفتگو تفتیشِ حدیث اور تحقیقِ اسانید سے متعلق تھی۔ اب ہم خاص جرح وتعدیل کے باب میں شعبہ کی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔ ہمارے علم کی حد تک شعبہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے راویانِ حدیث کے ترک وقبول سے متعلق اپنے اصولوں کی وضاحت وصراحت کی ہے۔ عبد الرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں:

قلت لشعبة: من الذين تترك الرواية عنهم؟ قال: إذا أكثر عن المعروفين من الروايته ما لا يعرف، أو أكثر الغلط، أو تمادى فى غلط مجتمع عليه، ولم يتهم نفسه عند إجتماعهم على خلافه، أو رجل متهم بكذب، وسائر الناس فاروعنهم(۱۷۹)۔

''میں نے شعبہ سے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کی روایت ترک کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جب کوئی راوی، معروف لوگوں سے بکثرت غیر معروف روایتیں بیان کرنے لگے یا

غلطیوں کا تناسب اس کے یہاں بڑھ جائے یا جب وہ کسی ایسی غلطی پر اصرار کرنے لگے جس کا غلط ہونا متفق علیہ ہو اور جمہور کی مخالفت کے باوجود وہ اپنے آپ کو غلط نہ سمجھتا ہو یا وہ ایسا شخص ہو جسے لوگ دروغ گو سمجھتے ہوں۔ ان لوگوں کے علاوہ بقیہ سے تم روایتیں لے سکتے ہو''۔

تابعین کے عہد میں راوی کے ترک وقبول کا ایک بنیادی معیار اس کے عقائد تھے۔ اہل سنت کی روایتیں معتبر سمجھی جاتی تھیں اور اہل بدعت یا اہل اہوا غیر معتبر اور متروک قرار دیئے جاتے تھے(۱۸۰)۔ شعبہ نے اس اصول میں ترمیم اور تبدیلی کی، انہوں نے اس پر زور دیا کہ عقائد سے زیادہ کسی راوی کے بارے میں یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ روایتِ حدیث میں کیسا ہے؟ اگر وہ صاحبِ علم اور صادق القول ہو تو قدری یا مرجئی ہونے کے باوجود اس کی روایتیں قبول کی جاسکتی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے بعض بیانات ملاحظہ ہوں:

۱۔ بقیہ کہتے ہیں:

قلت لشعبة: لم تروی عن حماد بن أبی سلیمان، و کان مرجئا؟ قال: کان صدوق اللسان(۱۸۱)۔

''میں نے شعبہ سے کہا آپ حماد بن ابی سلیمان سے کیوں روایت کرتے ہیں، وہ تو مرجئی تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ زبان کا سچا تھا''۔

۲۔ بقیہ ہی کی روایت ہے:

قلت لشعبة: لم تروی عن عمرو بن مُرّة و کان مرجئا؟ قال: کان أصغر القوم وأکثرهم علما(۱۸۲)۔

''میں نے شعبہ سے کہا: آپ عمرو بن مُرہ سے کیوں روایت کرتے ہیں، وہ تو مرجئی تھا؟ انہوں نے جواب دیا وہ عمر میں چھوٹا، لیکن علم میں سب سے آگے بڑھا ہوا تھا''۔

۳۔ ابوداؤد طیالسی شعبہ کا قول نقل کرتے ہیں:

لا تنظروا إلی هولاء المجانین، الذین یقعون فی جابر یعنی الجعفی. هل جاء کم عن أحد بشیئ لم یلقه(۱۸۳)۔

''ان دیوانوں کی جانب توجہ نہ دو جو جابر جعفی پر نکتہ چینی کرتے ہیں، کیا اس نے تم

سے کسی ایسے شخص کی بھی کوئی روایت بیان کی ہے جس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو؟''

جابر ہی کے بارے میں ان کا ایک قول یہ بھی ہے:

جابر الجعفی صدوق فی الحدیث (۱۸۴)۔

''جابر جعفی حدیث میں سچا ہے''۔

واضح رہے کہ جابر جعفی غالی اہل تشیع میں سے تھا۔ منجملہ دوسرے عقائد کے، اس کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ حضرت علیؓ کی وفات نہیں ہوئی ہے، وہ بادلوں میں چھپے ہوئے ہیں اور عن قریب زمین پر اتر آئیں گے (۱۸۵)۔

شعبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے جرح وتعدیل کے دائرے کو خاصی وسعت دی۔ علامہ ذہبی نے ان کا شمار ان اصحاب جرح وتعدیل میں کیا ہے، جن سے اکثر راویوں کے بارے میں اقوال منقول ہیں۔ راقم الحروف کو تقدمۃ الجرح والتعدیل اور سیر اعلام النبلاء میں سو سے زائد راویوں کے متعلق ان کی آراء دستیاب ہوئی ہیں۔ اسماء الرجال کی دوسری کتابوں کی مدد سے اس فہرست میں ابھی بہت کچھ اضافے کی گنجائش موجود ہے، اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جرح وتعدیل کے دائرۂ کار کی یہ وسعت شعبہ سے پہلے کسی اور کے یہاں نظر نہیں آتی۔ شعبہ سے پہلے تعدیل وتوثیق یا جرح وتضعیف کے کلمات معدودے چند تھے۔ شعبہ کے یہاں اس میدان میں بھی تنوع اور توسع نظر آتا ہے۔ ہم ذیل میں بعض راویوں سے متعلق ان کے اقوال اس طرح نقل کرتے ہیں، جس سے ان کے یہاں مستعمل کلماتِ جرح وتعدیل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

الف

۱۔ محمد بن إسحاق أمير المؤمنين في الحديث.

۲۔ مارأيت أحداً أصدق من سليمان التيمي.

۳۔ ابن علية ريحانة الفقهاء.

۴۔ اكتبوا عن حماد و ابن إسحاق، فانهما حفظان.

۵۔ كنا نسمي مسعراً المصحف يعني من اتقانه.

٦۔ عليک بجرير بن حازم، فاسمع منه.

۷۔ يحيٰ بن كثير أصدق حديثاً من الزهرى.

۸۔ لم أر مثل عمرو بن دينار ولا الحكم ولا قتادة، يعنى فى التثبت.

۹۔ اذهبوا إلى إسماعيل بن مسلم العبدى.

۱۰۔ تأتونى وتدعون ثابت بن عمارة.

۱۱۔ جابر الجعفى صدوق فى الحديث.

۱۲۔ أبو الأشهب عندنا أفضل من عوف الأعرابى.

۱۳۔ ما رأيت بالكوفة شيخاً خيراً من زبيد بن الحارث.

۱۴۔ سليمان بن المغيرة سيد أهل البصرة.

۱۵۔ ما رأيت محدثا أفضل من سليمان التيمى.

۱٦۔ كان ثقة(يزيد بن خمير)

۱۷۔ كان رجل صدق(أبو طالب الحجام)

۱۸۔ هو صدوق(عبد الرحمن بن عبد الله المسعودى)

۱۹۔ كان رضاً(سلمان الأغر)

۲۰۔ كان شيئاً عجباً(عمران بن حدين)

۲۱۔ إن كان أحد يستأهل أن يسود فى الحديث فمحمد بن إسحاق.

۲۲۔ ادخلوا على قيس(بن الربيع) قبل أن يموت.

۲۳۔ كان المغيرة(بن قسم) أحفظ من الحكم.

۲۴۔ تعرف الإتقان فى قفاه(عبد الوارث بن سعيد)

۲۵۔ كان هشام أعلم بحديث قتادة منّى وأكثر مجالسة له منّى.

۲٦۔ هارون الأعور من خيار المسلمين.

۲۷۔ أخبرنى يحيٰ بن هافى، وكان سيد أهل الكوفة.

۲۸۔ ذٰلک صدوق اللسان(سعيد بن بشير)

۲۹۔ ثقات أصحابى الحكم بن عتيبة وسلمة بن كهيل وحبيب بن أبى

ثابت ومنصور.

۳۰۔ما رأيت أحدا أحفظ لحديث أبی التياح منه(عبد الوارث بن سعيد)

۳۱۔عاصم أحب إلي من قتادة فی أبی عثمان النهدی، لأنه أحفظهما.

۳۲۔كان كاخير الرجال(۱۸۶)

۱۔ تركت حديث (عبد الملك بن سليمان)

۲۔ أدركت شهر بن حوشب وتركته عمداً.

۳۔إنه صدوق، ولكنه شيعي قدری (محمد بن راشد)

۴۔ كتابك صالح وحفظك لا يسوی شيئاً(أبو عوانة)

۵۔ كان رفّاعاً (يزيد بن أبی زياد)

۶۔ لا يحسن يتكلم (إبراهيم السلسكی)

۷۔ لا تكتبن عنه شيئا (إبراهيم بن عثمان أبو شيبة)

۸۔ لو لا الحياء، ما صلّيت علی أبان بن عياش.

۹۔ لأن أرتكب سبعين كبيرة أحب إلیّ من أن أحدث عن أبان بن أبي عياش.

۱۰۔حدثنا عطاء الخراسانی وكان نسياً.

۱۱۔ مارأيت أحدا أسوأ حفظاً من ابن أبی ليلى.

۱۲۔كان فسلاً(۱۸۷) (ميمون أبو عبد الله)

بعض مواقع پر انہوں نے استعاراتی پیرایۂ بیان بھی اختیار کیا ہے، چنانچہ ان سے ابوعون کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: سمن وعسل ، پھر ہشال بن حسان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: خل وزيت، پھر ابوبکر الہندی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: دعنی لا اقيئی به(۱۸۸)۔

شعبہ نے جن امور یا اوصاف کی بنا پر کسی راوی کو ترک کیا ہے، انہیں مختصراً اس طرح بیان کیا

جاسکتا ہے:

۱۔وہ منکر الحدیث ہو۔

۲۔کثیر الغلط ہو۔

۳۔متہم بالکذب ہو۔

۴۔واضح غلطی پر اصرار کرتا ہو اور جمہور کی مخالفت کی اسے کوئی پرواہ نہ ہو۔

ان چاروں امور کا ذکر عبدالرحمٰن بن مہدی کی اس روایت میں موجود ہے جو اوپر نقل کی گئی۔

۵۔ثقات کی مخالفت کرتا ہو۔

علی بن المدینی کہتے ہیں:

قال لی شعبة فی أحادیث عوف عن خلاس عن أبی هریرة، ومحمد یعنی ابن سیرین عن أبی هریرة إذا جمعهم، قال لی شعبة: تری لفظهم واحداً؟ قال أبو محمد کالمنکر علی عوف(۱۸۹)۔

''مجھ سے شعبہ نے کہا کہ عوف خلاس کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہؓ سے جو روایتیں نقل کرتے ہیں، ان کو ابن سیرین کی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایات کے مقابل رکھ کر دیکھو، کیا دونوں کے الفاظ یکساں ہیں؟ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ شعبہ نے یہ بات عوف پر نکیر کرتے ہوئے کہی ہے''۔

۶۔آثار موقوفہ کو احادیث مرفوعہ بنادیتا ہو۔

چنانچہ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان رفّاعاً. یعنی الآثار اللتی هی من أقوال الصحابة یرفعها(۱۹۰)۔

''وہ رفّاع تھا۔ذہبی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی وہ صحابہ کے اقوال کو حدیثِ مرفوع بنادیتا تھا''۔

۷۔جس کے کسی بیان سے اس پر دروغ گوئی کا شبہ گزرتا ہو۔

چنانچہ لیث بن ابی سُلیم نے ایک روایت عطاء، طاؤس اور مجاہد تینوں سے نقل کی۔شعبہ نے اس چیز کو شبہے کی نظر سے دیکھا اور بعد میں لیث کو ترک کردیا۔

قال شعبة للیث: أین اجتمع لک هولاء الثلاثة، عطاء وطاؤس

ومجاهد؟...... فما زال شعبة لليث متقياً يومئذ(۱۹۱)۔

۸۔شطرنج کھیلتا ہو، چنانچہ فرماتے ہیں:

رأيت ناجية الذی يروی عنه أبو إسحاق، يلعب بالشطرنج، فتركته، فلم أكتب عنه(۱۹۲)۔

''میں نے ابواسحاق کے شیخ ناجیہ کوشطرنج کھیلتے ہوئے دیکھا، اس لیے اسے ترک کردیااوراس کی روایات نہیں لکھیں''۔

۹۔ستر عورت کالحاظ نہ رکھتا ہو، چنانچہ فرماتے ہیں:

أتيت أبا الزبير وفخذه مكشوفة، فقلت: غطّ فخذک، قال: ما بأس بذالک، فلذالک لم أرو عنه(۱۹۳)۔

''میں ابوالزبیر کے پاس آیا، اس کا زانو کھلا ہوا تھا، میں نے کہا اپنا زانو ڈھک لو، اس نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔اسی لیے میں نے اس سے روایت نہیں لی''۔

۱۰۔ناپ تول میں کمی کرتا ہو۔ابوالزبیر ہی کے بارے میں ان کا بیان ہے:

رأيته يزن فاسترجح فی الميزان، فتركته(۱۹۴)۔

''میں نے اسے تول میں ڈنڈی مارتے دیکھا، اس لیے چھوڑ دیا''۔

۱۱۔نماز بے ڈھنگے پن کے ساتھ پڑھتا ہو۔

قيل لشعبة لِمَ تركتَ أبا الزبير؟ قال: رأيته يسيئ الصلاة، فتركت الرواية عنه(۱۹۵)۔

''شعبہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ابوالزبیر کو کیوں ترک کردیا؟ انہوں نے جواب دیا میں نے دیکھا کہ وہ نماز بے ڈھنگے پن سے پڑھتا ہے، اس لیے میں نے اس سے روایت ترک کردی''۔

۱۲۔بدمعاملہ ہو۔حفص بن سلیمان کے بارے میں کہتے ہیں:

أخذ منّی حفص بن سليمان كتاباً، فلم يرده(۱۹۶)۔

''حفص بن سلیمان نے مجھ سے ایک کتاب لی، پھر واپس نہیں لوٹائی''۔

۱۳۔لالچی اور پست فطرت ہو،ابوالمہزم کے بارے میں فرماتے ہیں:

رأيت أبا المهزم لو أعطوه فلسين محدثهم سبعين حديثاً(۱۹۷)۔

''میں نے ابوالمہزم کو دیکھا ہے، دو پیسے دے کر اس سے ستر حدیثیں سنی جاسکتی ہیں''۔

وہ اوصاف جن کی بنا پر شعبہ نے کسی راوی کو پسند کیا ہے یا اس کی تعریف کی ہے، ان کی بھی ایک مختصر فہرست اس طرح تیار کی جاسکتی ہے:

۱۔صادق القول ہو (پھر اس کے مختلف درجات ہیں: مثلاً کوئی اصدق الناس ہے، کوئی صدوق ہے،کوئی صدوق فی الحدیث ہے، وغیرہ۔

۲۔صاحب حفظ ہو (اس کے بھی مختلف درجات ہیں: کوئی مطلقاً احفظ ہے، کوئی کسی کے مقابلے میں احفظ ہے،کوئی حافظ ہے، وغیرہ۔

۳۔صاحب اتقان ہو،عبدالوارث کے بارے میں ان کا قول نقل کیا جاچکا ہے:

تعرف الإتقان فی قفاه(۱۹۸)۔

۴۔کثیر العلم ہو،عمرو بن مرہ کے بارے میں ان کا قول نقل کیا جاچکا ہے:

كان أصغر القوم وأكثرهم علماً.

۵۔صاحب تقویٰ ہو،سری بن یحییٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان من أصدق الناس وأشدهم اتقاء(۱۹۹)۔

''وہ بہت سچے اور بڑے صاحب تقویٰ تھے''۔

۶۔بہترین مسلمان ہو،فرماتے ہیں:

هارون الأعور كان من خيار المسلمين(۲۰۰)۔

''ہارون الاعور بہترین مسلمانوں میں سے تھے''۔

۷۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث کے انتساب میں غایت درجہ محتاط ہو، فرماتے ہیں:

لم أر أحدا أصدق من سليمان التيمی، وكان إذا حدثنا بأحاديث يرفعها إلی النبی صلی الله عليه وسلم تغير وجهه(۲۰۱)۔

''میں نے سلیمان التیمی سے بڑھ کر سچا کوئی نہیں دیکھا، ہم لوگوں سے حدیث بیان کرتے ہوئے جب وہ اس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرتے تو ان کا چہرہ بدل جاتا''۔

شعبہ نے کسی راوی کے بارے میں رائے قائم کرنے کے سلسلے میں جو مختلف طریقے اپنائے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔اپنے کسی شیخ کی مرویات امتحان کے طور پر کسی راوی سے سنی جائیں اور اس طرح اس کے صدق وکذب کا فیصلہ کیا جائے۔وہب بن جریر کہتے ہیں:

كان شعبة يأتي أبي وهو على حمار، فيسأله عن أحاديث الأعمش، فإذا حدثه، قال: هكذا والله سمعته من الأعمش، ثم يضرب حماره ويذهب(۲۰۲)۔

''شعبہ گدھے پر سوار ہو کر میرے والد جریر بن حازم کے پاس آتے، ان سے اعمش کی احادیث کے بارے میں پوچھتے، جب جریر انہیں حدیث سنا دیتے تو شعبہ کہتے: واللہ میں نے بھی اعمش سے اسی طرح سنا ہے''۔

۲۔راوی جب کسی شیخ کے حوالے سے کوئی روایت بیان کرے تو اس شیخ سے اس روایت کی حقیقت دریافت کی جائے۔اس کے بعد اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جائے۔اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

قال شعبة: أفادني عثمان البري عن قتادة حديثاً، فسألته قتادة، فما عرفه، فجعل عثمان يقول: بل أنت حدثتني، فيقول: لا، فقال قتادة: هذا يخبرني عني أن لي عليه ثلاث مائة درهم(۲۰۳)۔

''شعبہ کہتے ہیں: مجھے عثمان البری نے قتادہ کی ایک حدیث سنائی۔میں نے اس کے بارے میں قتادہ سے پوچھا، قتادہ نے اس حدیث کو نہیں پہچانا، عثمان کہنے لگے: نہیں، آپ ہی نے مجھے بیان کیا ہے، قتادہ کہتے تھے نہیں، آخر میں قتادہ نے کہا کہ یہ مجھے میرے ہی بارے میں بتاتے ہیں کہ ان کے ذمے میرے تین سو درہم واجب الاداء ہیں''۔

اسی طرح حسن بن عمارہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

روی الحسن بن عمارة عن الحكم، عن يحيىٰ بن الجزّار، عن علي سبعة أحاديث، فلقيت الحكم فسألته عنها، فقال: ما حدثت بشيئ منها(۲۰۴)۔

''حسن بن عمارہ نے عن الحکم عن یحییٰ بن الجزار عن علی کی سند سے سات حدیثوں کی روایت کی۔ میں نے حکم سے ان احادیث کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان میں سے کوئی حدیث بیان نہیں کی ہے''۔

۳۔اس راوی کی مرویات کا مقابلہ دوسرے ثقہ راویوں کی روایت سے کیا جائے اور اس کی روشنی میں اس کے بارے میں فیصلہ کیا جائے، چنانچہ عوف بن ابی جمیلہ کے بارے میں شعبہ نے اسی طریق کار پر عمل کیا ہے، اس سلسلے میں ان کا بیان اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔

شعبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے رجال پر کلام کے ساتھ ساتھ ''عللِ حدیث'' کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ ''علل'' اگرچہ اسماء الرجال سے علیحدہ علم ہے، لیکن دونوں میں بڑا گہرا رشتہ ہے، بلکہ سچ پوچھیے تو رجال کی معرفت کے بغیر علل سے واقفیت ہی نہیں ہو سکتی۔ ابن رجب حنبلی ''کتاب العلل الصغیر للترمذی'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا علم رُواۃِ حدیث کے ثقہ، ضعیف ہونے کے علم سے ہوتا ہے اور ثقات کے مراتب و درجات اور اختلاف کے وقت ایک دوسرے پر ترجیح کے علم میں مہارت سے علل حدیث کے دقائق سے واقفیت ہوتی ہے(۲۰۵)۔

یہاں مثال کے طور پر علل سے متعلق شعبہ کا ایک بیان ملاحظہ ہو، ابو داؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

سمعت خالد بن طليق يسأل شعبة، فقال: يا أبا بسطام! حدثني حديث سماک بن حرب في اقتضاء الورق من الذهب حديث ابن عمر، فقال: أصلحک الله، هذا حديث ليس يرفعه أحد إلا سماک، قال فترهب أن أروى عنک؟ قال: لا ولكن حدثنيه قتادة عن سعيد بن

المسيب عن ابن عمر، ولم يرفعه، و أخبرنيه أيوب عن نافع عن ابن عمر، ولم يرفعه، وحدثني داؤد بن أبي هند عن سعيد بن جبير ولم يرفعه، ورفعه سماک فإنا افرقه(۲۰۶)۔

''میں نے خالد بن طلیق کو شعبہ سے سوال کرتے ہوئے سنا، خالد نے کہا: اے ابو بسطام! ''مجھے سونے کے بدلے میں چاندی کی وصولی'' سے متعلق سماک بن حرب کی حضرت ابن عمرؓ سے مروی حدیث سنائیے۔ انہوں نے جواب میں کہا: اللہ تمہیں درست رکھے! اس حدیث کو سماک کے علاوہ کوئی مرفوعاً نقل نہیں کرتا۔ خالد نے کہا: کیا آپ کو اس کی روایت میں کوئی اندیشہ ہے؟ انہوں نے جواب نہیں دیا، لیکن قتادۃ نے مجھ سے یہ حدیث عن سعید بن المسیب عن ابن عمرؓ کی سند سے بیان کی ہے، اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں بتایا۔ اسی طرح ایوب نے مجھ سے یہ حدیث عن نافع عن ابن عمرؓ کی سند سے بیان کی اور اسے مرفوعاً نقل نہیں کیا، صرف سماک اسے مرفوعاً نقل کرتے ہیں، لہٰذا میں اس سے ڈرتا ہوں''۔

سلسلۂ زیرِ بحث میں بعض قابلِ ذکر امور اور بھی ہیں:

(الف) شعبہ اپنے مزاج کی شدت کی وجہ سے غیر معتبر راویوں کو روایتِ حدیثؐ سے بالجبر بزور کتے اور حاکم کے پاس نالش کی دھمکی بھی دیتے تھے۔ حماد بن زید کہتے ہیں:

رأيت شعبة قد لبّب أبان بن أبي عياش، يقول: استعدي عليک إلى السلطان، فإنک تكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: فبصر بي، فقال: يا أبا إسماعيل، قال: فأتيته فما زلت أطلب إليه حتى خلصته(۲۰۷)۔

''میں نے شعبہ کو دیکھا کہ وہ ابان بن ابی عیاش کا گریبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے، اور کہتے جاتے تھے: میں حاکم سے تمہارے خلاف مدد طلب کروں گا، کیونکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہو، حماد کہتے ہیں کہ ابان کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی، اس نے فریاد کی اے ابو اسماعیل! تو میں شعبہ کے پاس گیا اور برابر ان کی طرف راغب رہا، یہاں تک کہ اسے چھڑا دیا''۔

(ب) وہ جن راویوں کو غیر معتبر سمجھتے تھے، ان سے خود تو روایت ترک ہی کر دیتے تھے، مزید برآں دوسروں کو بھی ایسے راویوں کی روایت سے روکتے تھے، بلکہ ایسے موقعہ پر وہ یہ دھمکی بھی دیتے تھے کہ اگر میں تمہیں فلاں کے قریب دیکھوں گا تو تمہیں اپنے حلقۂ حدیث میں شامل نہیں ہونے دوں گا۔ غندر کہتے ہیں:

قال لی شعبة: لا تقرب الحسن بن عمارة، فإنی أن رأیتک تقربه لم أحدثک (۲۰۸)۔

''مجھ سے شعبہ نے کہا کہ تم حسن بن عمارہ کے قریب نہ جاؤ۔ اگر میں تمہیں اس کے پاس دیکھ لوں گا تو تم سے حدیث نہیں بیان کروں گا''۔

(ج) ان کا خیال تھا کہ عامۃ الناس کے مقابلے میں اشراف سے روایت لینا بہتر ہے، کیونکہ یہ لوگ عام طور پر جھوٹ نہیں بولتے۔ ہشیم شعبہ کا قول نقل کرتے ہیں:

خذوا عن أهل الشرف، فإنهم لا یکذبون (۲۰۹)۔

''شرفاء سے روایتیں لو، اس لیے کہ یہ لوگ کذب بیانی نہیں کرتے''۔

(د) سب سے اہم اور آخری بات یہ ہے کہ احادیث کی تحقیق اور نقدِ رجال وغیرہ کے سلسلے میں شعبہ کی تمام سعی وکاوش کے پسِ پشت محض تقوائے الٰہی اور رضائے الٰہی کا جذبہ کارفرما ہے، چنانچہ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں:

کان شعبة یتکلم فی هذا حسبة (۲۱۰)۔

''شعبہ رجال کے سلسلے میں محض اللہ واسطے کلام کرتے تھے''۔

اسی بناء پر جب وہ کسی راوی کے بارے میں کوئی رائے قائم کر لیتے تو پھر کسی کی سفارش یا فہمائش کا ان پر مطلق اثر نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حماد بن زید کہتے ہیں:

أتیت أنا وعباد بن عباد إلی شعبة بن الحجاج، فسألناه أن یکف عن أبان بن أبی عیاش، ویسکت عنه، فلما کان من الغد خرجنا إلی المسجد الجامع، فبصر بنا فنادانا، فقال: یا أبا معاویة! نظرت ف... ! کلمتمونی فوجدت لا یسعنی السکوت، قال حماد: وکان ... یتکلم فی هذا حسبة (۲۱۱)۔

''میں اور عباد بن عباد دونوں شعبہ بن الحجاج کے پاس آئے، ہم دونوں نے ان سے درخواست کی کہ وہ ابان بن ابی عیاش پر جرح سے رک جائیں اور سکوت اختیار کریں۔ اگلے دن ہم لوگ جامع مسجد گئے، شعبہ نے ہمیں دیکھا تو آواز دی، پھر کہا: اے ابو معاویہ! جس سلسلے میں تم لوگوں نے گفتگو کی تھی اس پر میں نے غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ میرے لیے خاموشی کی گنجائش نہیں۔ حماد کہتے ہیں کہ شعبہ کا رجال پر کلام کرنا اللہ واسطے تھا''۔

اس ضمن میں شعبہ کا یہ قول بھی لائقِ ذکر ہے:

لأن أقدم، فتضرب عنقی أحب إلیّ من أحدث أبی هارون العبدی (۲۱۲)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی جھوٹے راوی سے روایت کے مقابلے میں انہیں جان دے دینا زیادہ پسند تھا۔

حوالے

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، (مادہ جرح)

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً (مادہ عدل)

۵۔ ایضاً۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضو (روایت حضرت عقبہ بن عامرؓ)

۸۔ الجامع لاخلاق الراوی والسامع، ص۱۲، بحوالہ: ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری، علم رجال الحدیث، ص۵۰۔

۹۔ مسند احمد بن حنبل، دار صادر، بیروت، ۴/۲۸۳۔

۱۰۔ مفتاح الجنة لسیوطی، بحوالہ: علم رجال الحدیث، ص ۵۰۔
۱۱۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ۲/ ۱۳۔
۱۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، (قیل لابن عمر: إن أباهريرة يقول: سمعت رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من تبع جنازة، فله قيراط من الأجر، فقال ابن عمر: أكثر علينا أبو هريرة، فبعث إلى عائشة فسألها، فصدقت أبا هريرة۔اسی باب کی ایک دوسری روایت میں "صدق أبو هريرة" کے الفاظ ہیں۔
۱۳۔ مسند احمد، ۱/ ۳۴۸ (سئل ابن عن الجر ينبذ فيه، فقال: نهى الله عزوجل عنه ورسوله، فانطلق الرجل إلى ابن عباس فذكر له ما قال ابن عمر، فقال ابن عباس: صدق)
۱۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۹/ ۱۸۶، مسند احمد، ۲/ ۳۶۷۔
۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب من فضائل أبي هريرة۔
۱۶۔ مسند احمد، ۵/ ۱۷۶۔
۱۷۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم تنام عينه ولا ينام قلبه۔
۱۸۔ شرح صحیح مسلم، باب فضائل الصحابة (اتفق أهل الحق ومن يعتد به في الإجماع على قبول شهادتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضي الله عنهم أجمعين)۔
۱۹۔ اصل روایت اور آخر کے دونوں اقوال کے لیے ملاحظہ ہو: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب كم مرة يسلم في الإستيذان۔
۲۰۔ مسند احمد، ۱/ ۳۴۸ (من طاؤوس، قال: كنت مع ابن عباسؓ إذ قال له زيد بن ثابت: أنت تفتي أن تصدر الحائض قبل أن يكون آخر عهدها بالبيت، قال: نعم، قال: فلا تفت بذلك، فقال له ابن عباسؓ: أما لا فسل فلانة الأنصارية، هل أمرها بذالك النبي صلى الله عليه وسلم؟ فرجع إليه زيد بن ثابت يضحك ويقول: ما أراك إلا قد صدقت)۔
۲۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يعذب الميت ببعض بكاء أهله.

۲۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز (إنما مرّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی یهودیة، یبکی علیها، فقال: إنهم یبکون علیها وإنها لتعذب فی قبرها) مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: إنما مرت علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم جنازة یهودی، وهم یبکون علیه، فقال: أنتم تبکون وانه لیعذب. مسند احمد میں اس روایت کے مختلف متون کے لیے ملاحظہ ہو: ۶/ ۳۹، ۶/ ۵۷، ۶/ ۹۵۔

۲۳۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز۔

۲۴۔ مسند احمد، ۶/ ۲۸۱۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ ایضاً، ۶/ ۲۰۹۔

۲۷۔ ایضاً، ۶/ ۱۸۴۔

۲۸۔ ایضاً، ۶/ ۱۲۴۔

۲۹۔ ایضاً، ۶/ ۵۵۔

۳۰۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائنة لا نفقة لها۔

۳۱۔ مسند احمد، ۶/ ۲۴۳۔

۳۲۔ صحیح مسلم، باب التوقیت فی مسح علی الخفین۔

۳۳۔ مسند احمد، ۶/ ۲۰۳۔

۳۴۔ ایضاً، ۶/ ۱۲۶۔

۳۵۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ۴/ ۲۷۵۔

۳۶۔ ایضاً، ۴/ ۳۳۶۔

۳۷۔ ایضاً، ۴/ ۳۰۲۔

۳۸۔ حضرت ابن عباسؓ کے دونوں اقوال کے لیے بالترتیب ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۴۸۲ اور ۵/ ۳۹۔

۳۹۔ مقدمہ مسلم۔

۴۰۔ ایضاً۔

۴۱۔ ایضاً۔

۴۲۔ فتح الملهم شرح صحیح مسلم للعلامة شبیر احمد عثمانی، ۱/ ۱۳۰۔

۴۳۔ مقدمہ مسلم۔
۴۴۔ مقدمہ مسلم، حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ قول مرفوعاً بھی مروی ہے۔
۴۵۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دونَ قوم کراهية أن لا يفهموا.
۴۶۔ مقدمہ مسلم۔
۴۷۔ مقدمہ مسلم۔
۴۸۔ ایضاً۔
۴۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۶۱۱۔
۵۰۔ مسند احمد، ۵/ ۳۱۵۔۳۱۶ (عن عبد الله الصنابحي قال: زعم أبو محمد أن الوتر واجب، فقال عبادة بن الصامت: كذب أبو محمد) ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دوسری کتبِ حدیث میں بھی یہ روایت موجود ہے۔
۵۱۔ شارح ابوداؤد علامہ منذری لکھتے ہیں: وقوله "كذب" أى أخطأ وسماه كذباً لأنه يشبهه فى كونه عند الصواب، كما أن الكذب ضد الصدق، وهذا الرجل ليس بمخبر وإنما قاله باجتهاد والاجتهاد لا يدخله الكذب، وإنما يدخله الخطاء، وقد جاء كذب بمعنى أخطأ فى غير موضع، (بحوالہ: شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبود، ۴/ ۹۴-۹۵)
۵۲۔ مقدمہ مسلم۔
۵۳۔ مقدمہ مسلم، سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۱۵۳۔
۵۴۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۴۱۵۔
۵۵۔ ایضاً، ۴/ ۱۵۳۔
۵۶۔ لسان المیزان لابن حجر، ۶/ ۷۶، مقدمہ مسلم۔
۵۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/ ۲۵۔
۵۸۔ ایضاً۔
۵۹۔ ایضاً، ۵/ ۳۰۷۔
۶۰۔ ایضاً، ۴/ ۴۲۸۔ لیکن علامہ ذہبی کو ابراہیم نخعی کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں: قلت وكان كثير من حديثه ناسخا، لأن اسلامه كان ليالي فتح خيبر (بحوالہ مذکورہ)

۶۱۔ ایضاً،۴/۶۱۱۔
۶۲۔ ایضاً،۴/۵۷۔
۶۳۔ ایضاً،۴/۵۵-۵۶۔
۶۴۔ ایضاً،۴/۵۶۰۔
۶۵۔ ایضاً،۴/۶۵۔
۶۶۔ ایضاً،۴/۵۷۔
۶۷۔ ایضاً،۵/۱۷۔
۶۸۔ ایضاً،۴/۵۱۔
۶۹۔ ایضاً،۵/۱۲۔
۷۰۔ ایضاً،۴/۶۵۔
۷۱۔ ایضاً،۴/۱۶۳۔
۷۲۔ ایضاً۔
۷۳۔ ایضاً،۵/۲۷۱۔
۷۴۔ ایضاً،۴/۴۷۰۔
۷۵۔ ایضاً،۴/۲۶۱۔
۷۶۔ ایضاً،۵/۲۷۲۔
۷۷۔ ایضاً،۴/۱۶۳۔
۷۸۔ ایضاً،۴/۵۲۳۔
۷۹۔ ایضاً،۴/۱۸۷۔
۸۰۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔
۸۱۔ تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلانی،۵/۳۱۔
۸۲۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔
۸۳۔ مقدمہ مسلم۔
۸۴۔ سیر اعلام النبلاء،۵/۲۷۲۔
۸۵۔ ایضاً،۴/۶۱۷۔

۸۶۔ ایضاً،۵/۲۳۔(لیکن عکرمہ پر یہ جرح درست نہیں، کیونکہ حضرت ابن عباسؓ سے متعدد طرق سے یہ مضمون مروی ہے، بلکہ حضرت میمونہؓ کے بھانجے حضرت یزید بن الاصمؒ اور حضرت ابو رافعؓ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عباسؓ کو اس باب میں غلط فہمی ہوگئی تھی)۔

۸۷۔ ایضاً،۵/۲۴۔(عکرمہ کی طرح حسن بصری اور فراء نے بھی ''باسقات'' کو ''حوامل'' کے معنی میں لیا ہے، دوسری جانب عکرمہ سے ''باسقات'' بمعنی ''طوال'' بھی تفسیر طبری میں مروی ہے)۔

۸۸۔ ایضاً،۵/۲۵۔

۸۹۔ ایضاً،۵/۴۴۔

۹۰۔ ایضاً،۵/۲۴۔(یہاں بھی عکرمہ پر جرح درست نہیں، کیونکہ سعید بن جبیر نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن سعيد بن جبير، عن ابن عباسؓ قال: قد مسح رسول الله صلى الله عليه وسلم على الخفين، فاسألوا هؤلاء الذين يزعمون أن النبى صلى الله عليه وسلم مسح قبل نزول المائدة، وبعد المائدة؟ والله ما مسح بعد المائدة، ولأن أمسح على ظهر عابر بالفلاة أحب إلى من أن أمسح عليهما. (مسند احمد، ۱/۳۲۳۔)

۹۱۔ تہذیب التہذیب،۱/۲۸۷۔

۹۲۔ سیر اعلام النبلاء،۵/۱۸۔

۹۳۔ ایضاً،۵/۱۸-۱۹۔

۹۴۔ ایضاً،۵/۱۷۔

۹۵۔ ایضاً،۵/۱۹۔

۹۶۔ مقدمہ مسلم۔

۹۷۔ ایضاً۔

۹۸۔ ایضاً۔

۹۹۔ ایضاً۔

۱۰۰۔ سیر اعلام النبلاء،۶/۱۰۵۔

۱۰۱۔ مقدمہ مسلم۔ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے یہ الفاظ بھی کہے ہیں: **كذب ما سمع**

منھم (ایضاً بحوالہ مذکورہ)
۱۰۲۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۲۹۳۔
۱۰۳۔ ایضاً، ۶/۲۹۴۔
۱۰۴۔ ایضاً، ۶/۲۹۔
۱۰۵۔ ایضاً، ۶/۲۰۰۔
۱۰۶۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔
۱۰۷۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔
۱۰۸۔ ایضاً بحوالہ مذکورہ۔
۱۰۹۔ مقدمہ مسلم۔
۱۱۰۔ ایضاً۔
۱۱۱۔ ایضاً۔
۱۱۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۵/۳۳۶۔
۱۱۸۔ ایضاً، ۷/۲۳۷۔
۱۱۹۔ ایضاً، ۶/۴۱۴۔
۱۲۰۔ ایضاً، ۷/۴۱۸۔
۱۲۱۔ ایضاً۔
۱۲۲۔ ایضاً، ۴/۲۲۲۔
۱۲۳۔ ایضاً، ۴/۹۱۔
۱۲۴۔ ایضاً، ۴/۴۵۱۔
۱۲۵۔ ایضاً، ۵/۱۷۔
۱۲۶۔ ایضاً، ۴/۵۵۹۔
۱۲۷۔ ایضاً، ۵/۳۸۳۔
۱۲۸۔ ایضاً، ۵/۴۲۰۔
۱۲۹۔ ایضاً، ۵/۴۳۔
۱۳۰۔ ایضاً، ۴/۵۵۹۔

۱۳۱۔ ایضاً،۴/۵۶۸۔

۱۳۲۔ ایضاً،۶/۳۵۹۔

۱۳۳۔ ایضاً،۴/۵۶۷۔

۱۳۴۔ سیر اعلام النبلاء۔

۱۳۵۔ ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری (م:۴۰۵ھ) نے اپنی تصنیف ''المدخل إلی الصحیح'' میں ایسے متعدد راویوں کی نشاندہی کی ہے، جنہوں نے حضرت انسؓ یا بعض دوسرے صحابہ سے ملاقات کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔

۱۳۶۔ سیر اعلام النبلاء،۷/۲۲۵۔

۱۳۷۔ ایضاً،۷/۲۲۳۔

۱۳۸۔ تقدمة الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی۔

۱۳۹۔ ایضاً۔

۱۴۰۔ ایضاً،ص۱۶۶۔

۱۴۱۔ ایضاً۔

۱۴۲۔ تقدمة الجرح والتعدیل،ص۱۶۸۔

۱۴۳۔ ایضاً۔

۱۴۴۔ جب کوئی راوی اپنے معاصر سے کسی نہ سنی ہوئی حدیث کو ایسے الفاظ سے نقل کرے، جو سننے میں صریح نہ ہوں، لیکن سننے کا ایہام پیدا کرتے ہوں، تو اسے اصطلاح میں تدلیس کہتے ہیں۔

۱۴۵۔ تابعی جب صحابی کے واسطے کے بغیر کسی چیز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرے تو اسے اصطلاح میں ارسال کہتے ہیں۔

۱۴۶۔ تقدمة الجرح والتعدیل،ص۱۲۹،۱۳۰۔

۱۴۷۔ ایضاً۔

۱۴۸۔ ایضاً۔

۱۴۹۔ ایضاً،ص۱۳۰۔

۱۵۰۔ ایضاً،ص۱۳۱۔

۱۵۱۔ ایضاً،ص۱۳۰۔

۱۵۲۔ علامہ ذہبی کو اس رائے سے اتفاق نہیں ہے، ان کے نزدیک ابوعبدالرحمٰن السلمی کا حضرت عثمانؓ سے سماع ثابت ہے۔

۱۵۳۔ تقدمة الجرح و التعديل، ص ۱۳۱۔

۱۵۴۔ تقدمة الجرح و التعديل، ص ۱۳۱۔

۱۵۵۔ ایضاً۔

۱۵۶۔ ایضاً، ص ۱۲۹۔

۱۵۷۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۱۵۸۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔

۱۵۹۔ ایضاً۔

۱۶۰۔ ایضاً۔

۱۶۱۔ ایضاً (علامہ ذہبی اس تحدید سے متفق نہیں۔ سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۲۶۹)

۱۶۲۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۱۶۳۔ ایضاً، ص ۱۴۵۔

۱۶۴۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۱۶۵۔ ایضاً۔

۱۶۶۔ ایضاً۔

۱۶۷۔ ایضاً، ص ۱۳۵۔

۱۶۸۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/ ۲۱۳ (علامہ ذہبی اس تحدید سے متفق نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حمید نے اس تعداد سے کئی گنا زیادہ حدیثیں حضرت انسؓ سے سنی ہیں۔ خود صحاح ستہ میں سو سے زائد حضرت انسؓ سے سنی ہوئی ان کی احادیث موجود ہیں) بحوالہ مذکورہ۔

۱۶۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/ ۲۱۰۔

۱۷۰۔ ایضاً، ۷/ ۲۱۵۔

۱۷۱۔ ایضاً۔

۱۷۲۔ جب کوئی حدیث، تحدیث، اخبار یا سماع کے صیغے کے بجائے ''عن فلان عن فلان'' کہہ کر بیان کی جائے تو اسے حدیثِ معنعن کہتے ہیں۔

۱۷۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۱۷/۷۔

۱۷۴۔ ایضاً، ۲۲۴/۷۔

۱۷۵۔ تقدمة الجرح و التعدیل، ص ۱۶۸۔

۱۷۶۔ ایضاً، ص ۱۶۶۔

۱۷۷۔ ایضاً، ص ۱۶۶۔

۱۷۸۔ ایضاً، ص ۱۷۰۔

۱۷۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۲۲/۷۔

۱۸۰۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راقم کا مذکورہ بالا مقالہ ''جرح وتعدیل کا تدریجی ارتقاء''۔

۱۸۱۔ تقدمة الجرح و التعدیل، ص ۱۳۷۔

۱۸۲۔ ایضاً، ص ۱۴۹۔

۱۸۳۔ ایضاً، ص ۱۳۶۔

۱۸۴۔ ایضاً۔

۱۸۵۔ مقدمہ مسلم (کان یؤمن بالرجعة)

۱۸۶۔ ان میں سے بیشتر اقوال تقدمة الجرح و التعدیل اور بعض سیر اعلام النبلاء میں مذکور ہیں۔

۱۸۷۔ ایضاً۔

۱۸۸۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۲۰/۷۔

۱۸۹۔ تقدمة الجرح و التعدیل، ص ۱۴۷۔

۱۹۰۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۳۰/۶۔

۱۹۱۔ ایضاً، ۱۸۰/۶۔

۱۹۲۔ ایضاً، ۲۱۵/۷۔

۱۹۳۔ ایضاً، ۲۲۳/۷۔

۱۹۴۔ ایضاً، ۲۰۹/۷۔

۱۹۵۔ ایضاً، ۲۱۵/۷۔

۱۹۶۔ تقدمة الجرح و التعدیل، ص ۱۴۰۔

۱۹۷۔ ایضاً، ص ۱۵۶۔

۱۹۸۔ تقدمة الجرح و التعديل، ص۱۴۶۔

۱۹۹۔ ایضاً، ص۱۴۳۔

۲۰۰۔ ایضاً، ص۱۵۶۔

۲۰۱۔ ایضاً، ص۱۴۲۔

۲۰۲۔ ایضاً، ص۱۳۶۔

۲۰۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۳۲۶۔

۲۰۴۔ تقدمة الجرح و التعديل، ص۱۳۶ (حسن بن عمارہ پر شعبہ کی جرحوں کے اور بھی اقوال ہیں، ان پر نعمت المنعم شرح مقدمہ مسلم از مولانا نعمت اللہ اعظمی، استاذِ حدیث دار العلوم دیوبند میں اچھی بحث کی گئی ہے۔

۲۰۵۔ بحوالہ نعمت المنعم، ص۳۲۔

۲۰۶۔ تقدمة الجرح و التعديل، ص۱۵۸۔

۲۰۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۲۲۔

۲۰۸۔ تقدمة الجرح و التعديل، ص۱۳۸۔

۲۰۹۔ سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۱۷۔

۲۱۰۔ تقدمة الجرح و التعديل، ص۱۷۱۔

۲۱۱۔ تقدمہ الجرح والتعدیل، ص۱۷۱۔

۲۱۲۔ ایضاً، ص۱۴۹۔

☆

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ

(بخاری، ج۵، ص۲۲۳۱، رقم ۵۶۳۸)

رشتے داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا

من جانب: (مولانا) عبدالرزاق

مہر برادرز، زرعی سروس، کوٹ اعظم، خیر پور ٹامیوالی